لیو شاتانگ

جیک چیا و ہنری والٹر

بشیر حسین ضیائی

رہائی



اردو مرکز ○ لاہور

رہائی

لیوشا تانگ

مترجم

بشیر حسین ضیائی

ایم، اے (علیگ)

ناشر

اُردو مرکز لاہور

انگریزی کتاب — آرٹ آف ریڈ چائنا

اصل مصنّف — لیوشا تانگ

چینی زبان سے — جیک چیا
و

انگریزی میں ترجمہ — ہنری والٹر

دیباچہ — لیوشا تانگ

تعارف — ہوشیہ

اُردو ترجمہ — بشیر حسین ضیائی ایم اے (علیگ)

ناشر — اُردو مرکز، لاہور

پرنٹر:- سویرا آرٹ پریس، لاہور — قیمت (روپے ۶) ۱۲ ار

فہرست مضامین

مضمون — صفحہ

تیسرا حصّہ: وُوہن

چوتھا حصّہ: ہانگ کانگ کی طرف

مصنّف کا دیباچہ

یہ کتاب ایک ایسے حریّت پسند کی کہانی ہے جس نے آمریّت سے اپنے آپ کو ہم آہنگ بنانے کی کوشش کی تھی۔ میری صورت میں یہ ہم آہنگی چین کی اشتراکی تنظیمی انجمن میں پیدا ہوئی تھی۔ آئندہ صفحوں میں مَیں نے کچھ ایسے تجربے بیان کئے ہیں جو مجھے اس انجمن میں حاصل ہوئے تھے اور مجھے اُمید ہے کہ دُنیا میرے اس بیان سے استفادہ حاصل کرے گی۔

مجھے یقین ہے کہ مَیں نے صورتِ حال کو مبالغہ آمیزی سے پیش نہیں کیا جو کچھ چین میں ہو رہا ہے، مَیں نے اُس کی صحیح صحیح تصویر کھینچنے کی کوشش کی ہے کیونکہ میرے خیال میں یہی ایک طریقہ ہے جس سے دنیا اشتراکیوں کے طور طریقوں کو ٹھیک طرح سے سمجھ سکتی ہے۔

اپنی کہانی کی ابتدا کرنے سے پیشتر مجھے ان افعال کے لئے معذرت خواہ ہونا ہے جو اشتراکیت کی خاطر مجھ سے ایسے لوگوں کے خلاف سرزد ہوتے رہے جو انسانیت کی آزادی کے تحفّظ کے لئے صف آرا رہے ہیں۔ پہلے تو مَیں دھوکے میں آ کر اشتراکی انجمن میں شامل ہو گیا لیکن پھر مجھے مجبور کیا گیا کہ میں اس سے اپنے روابط قائم رکھوں اور طوں۔ اشتراکیوں کے ساتھ مِل کر مَیں نے جمہُوریّت اور آزادی کے خلاف ایک سال سے زیادہ عرصہ تک کام کیا۔

اگر میرے الفاظ دُنیا کے لوگوں پر یہ واضح کرنے یا یہ ذہن نشین کرنے میں

ممد ہو سکیں کہ آمریت کس طرح چند یا خاص حالات میں عمل پیرا ہوتی ہے کس طرح مطلق العنان حاکم اس کوشش میں مصروف ہیں کہ وہ انسانی سرشت کے وقار کو اور ہر فرد کی آزاد زندگی کو تباہ کر دیں، اور جوہرِ روحانی کو پیس کر رکھ دیں تو میں یہ سمجھوں گا کہ میرے یہ الفاظ اکارت نہیں گئے۔ مجھے یہ اطمینان ہوگا کہ میں نے ایک حد تک اپنی ان حرکاتِ قبیح کی تلافی کر دی ہے جن کا میں اشتراکی کیمپ میں مرتکب ہوا تھا۔

آزاد دنیا کے خلاف اشتراکیت کے ہاتھ میں ایک مہلک ہتھیار موجود ہے۔ شاید آزاد دُنیا کے تصور میں یہ بات مشکل سے آسکے کہ کس طرح ایک پوری کی پوری قوم سے خیال، تقریر اور عمل کی آزادی ہتھیا لی جاتی ہے۔ لیکن چین کی سرزمین میں اشتراکیوں نے اپنے ظاہرا خوشگوار اور خوش آئند الفاظ کے ذریعے سے یہ سب کچھ کر دکھایا ہے۔ اور انہوں نے ایک ایسی نئی لغت کی بنا ڈال دی ہے جس کے ہر لفظ کا مطلب یا معنی مطلق العنان حکمرانوں کی منشار کے مطابق ہوتا ہے اور اس نئی لغت کی مدد سے وہ اپنے ناقابلِ معافی جرائم کو چھپا اور اپنے مقبوضہ علاقے کے تمام لوگوں کو مدہوش رکھ سکتے ہیں اور انہی الفاظ کے ذریعے سے وہ آہنی پردے سے باہر کی دُنیا کو اپنا ہم خیال بنانا چاہتے ہیں۔

اشتراکی جمہوریت کے متعلق باتیں کرتے ہیں۔ وہ اس بات پر مُصر ہیں کہ وہ جمہوریت کے علم بردار ہیں۔ فیصلے ایسی مجالس میں کیے جاتے ہیں، جن کا طریقِ کار سطحی طور پر جمہوری ہوتا ہے لیکن ان میں جمہوریت کی اصلی رُوح

کا شمہ تک نہیں ہوتا۔ کیوں کہ ان لوگوں کی جمہوریت ان کی اپنی تصریح کے مطابق یا تو "جمہوری مرکزیت" یا "اطاعت شعارانہ جمہوریت" یا "غیر شعوری جمہوریت" ہے۔ حقیقت میں ان کی جمہوریت ایک ایسی جمہوریت ہے جو ایک اقلیت کی خواہشات کی تکمیل کرتی ہے۔ اگر تم ان کی جمہوریت کی "خود بخود متابعت"[لہ] نہیں کرتے تو وہ اپنی "مستبدانہ جمہوریت" کو بروئے کار لاکر تمہیں مجبور کر دینگے کہ تم "آزادانہ" طور پر اُسے قبول کر لو۔

وہ آزادی کی باتیں کرتے لیکن ان کی آزادی کی منطق کچھ انہیں سے مخصوص ہے۔ بہتر ہوگا کہ مَیں مذہبی آزادی کے متعلق چند الفاظ نقل کروں جو اشتراکی وزیرِ تعلیم کی زبان سے پی پنگ کی فوجن Fu Jen یونیورسٹی کی ذمہ داری سنبھالتے وقت نکلے تھے۔ "اب ہم مذہبی آزادی کو منضبط کر رہے ہیں۔ مذہبی آزادی کا مطلب مذہب پر اعتقاد رکھنے یا نہ رکھنے کی آزادی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ لوگوں کو مذہب کی مخالفت کی آزادی بھی میسّر

لہ چین کے اشتراکی دستورِ اساسی کی (چین کی عوامی جمہوریت کی مرکزی عوامی حکومت کا بُنیادی قانون) پہلی دفعہ یہ ہے "چین کی عوامی جمہوریت عوامی جمہوری آمریت کی ایسی ریاست ہے جو محنت کش طبقہ کے زیرِ قیادت ہے اور جس کی بنیاد مزدوروں اور کسانوں کے اتحاد پر رکھی گئی ہے اور جس میں ملک کی تمام جمہوری جماعتیں اور مختلف قومیتیں شامل ہوں۔"

دُوسری دفعہ یہ ہے "چین کی عوامی جمہوریت عوامی کانگریس سسٹم کی حکومت ہے جس کی بنیاد جمہوری مرکزیت پر رکھی گئی ہے۔"

ہو جائے"۔

وہ امن کی باتیں کرتے ہیں لیکن بلند آواز سے یہ بھی الاپتے رہتے ہیں۔ کہ "ہمیں آزادی حاصل کرنے کے لئے جنگ کی ضرورت ہے۔ جنگ ہمارے ہاتھ میں امن کا ہتھیار ہے"۔ یہ دو جملے اشتراکیوں کے ایک مشہور "کوچ کے گیت" سے ماخوذ ہیں۔ اپنی فوجی طاقت کو وسعت دینے اور مستحکم بنانے کے لئے وہ اپنے سپاہیوں کو مسلسل "تربیت دے رہے ہیں"۔ خاص کر اُن سپاہیوں کو جو جنگ سے اُکتا چکے ہیں، وہ اُنھیں طبقاتی نظام سے نفرت کرنا سکھاتے ہیں، وہ اُنہیں ان لوگوں سے نفرت کرنا سکھاتے ہیں جو آہنی پردے سے باہر مقیم ہیں اور وہ "امن" کے بہانے سے اپنے سپاہیوں کو نفرت اور کشت و خون کی تعلیم دیتے ہیں۔

وہ خود مختاری کی باتیں کرتے ہیں۔ ماؤ سی تنگ نے پُکار کر کہا تھا کہ "آج سے چینی لوگ اپنے قدموں پر کھڑے ہو گئے ہیں" لیکن ساتھ ہی اُس نے یہ اعلان بھی کر دیا تھا کہ چین کی نئی قومی پالیسی سوویٹ یونین سے رہنمائی حاصل کرنا ہے۔ یہ گویا خود مختاری آمریت کی دست نگری کا دوسرا نام ہے۔

وہ قومی عزّت و وقار کی باتیں کرتے ہیں۔ لیکن اس سے ان کی مراد اشتراکی تنظیم میں شمولیت کی عزّت ہے۔ وہ مسرّت کی باتیں کرتے ہیں لیکن اُن کی مسرّت اشتراکی تنظیم کی متابعت پر مشتمل ہے۔ وہ خوش قسمتی کی باتیں کرتے ہیں لیکن ان کی خوش قسمتی اشتراکی تنظیم پر خود کو قربان کر دینے کے مترادف ہے۔ وہ نصب العین کی باتیں کرتے ہیں لیکن ایک ایسے نصب العین

جسے تمام قوم یا لوگوں کو ماننا ہوگا اور جس کے حصول کے لئے سب کو متفقہ طور پر کوشش کرنا ضروری ہوگی۔ یہ وہ نصب العین ہے جس کا اظہار مارکس Marx نے ایک سو سال پہلے کیا تھا۔

اشتراکیوں کا نصبُ العین آزاد دنیا کے نصبُ العین کی طرح جمہوریت، آزادی، امن، خود مختاری، عزت اور مسرت کا حصول ہے۔ لیکن اس کے علاوہ ان کے پاس ظاہراً خوش گوار اور خوش آیند الفاظ کا ذخیرہ بھی موجود ہے جو آزاد دُنیا کے پاس موجود نہیں۔ اُنہوں نے آزاد دنیا کی نظریہ پرستی کا اسلوب بیان تو لے لیا ہے لیکن الفاظ کو توڑ موڑ کر کچھ اپنے ہی معنی پہنا دیئے ہیں۔ لیکن یہ نمائشی طور پر خوش گوار اور خوش آیند الفاظ زیادہ دیر تک نہ چل سکیں گے اور کچھ وقت کے بعد ان کا اثر زائل ہو کر رہے گا۔ دنیا میں کوئی جھوٹ ایسا نہیں ہے جو آخر کار ظاہر ہو کر نہ رہے۔ آہنی پردے کے پیچھے انجان لوگ بھی کسی نہ کسی طرح جانتے ہیں کہ کہیں نہ کہیں اس سلسلہ میں کوئی اساسی غلطی ہے۔ صرف آہنی پردے سے باہر ہی ان الفاظ کا صحیح مفہوم سمجھا جاتا ہے۔

اشتراکی اپنی منطق کے اظہار بیان میں اس شخص کی مانند ہیں جو کسی شراب کی دکان پر برانڈی کی ایک بوتل خریدنے کے لئے گیا تھا۔ کچھ تامل کے بعد اُس نے برانڈی کی بوتل دکاندار کو واپس کر دی اور وہسکی کی بوتل کا طلب گار ہوا جس کی قیمت برانڈی کی بوتل کی قیمت کے برابر تھی۔ دکاندار وہسکی لے آیا۔ خریدار نے بوتل کو اُٹھا لیا اور دُکان سے باہر بارونق گلی میں نکل آیا۔ دکاندار اس کے پیچھے بھاگا اور بڑی شائستگی سے وہسکی کی قیمت کا طلب گار

ہوا۔ لیکن کج خلق خریدار چیخ اُٹھا کہ "کیا میں نے وہسکی کے عوض برانڈی کی بوتل تمہیں نہیں دے دی تھی ؟"

"لیکن جناب آپ نے برانڈی کی قیمت تو ادا نہ کی تھی ؟"

"مجھے تمہاری پرانی برانڈی کی کیا ضرورت تھی ؟" اُس نے ایک ایسے شخص کی طرح جس سے ناانصافی برتی جا رہی ہو، بلند آواز سے غصّے میں آ کر کہا۔

راستہ چلنے والے اس ماجرا کو دیکھنے کے لئے ٹھہر گئے۔ بیچارا دکان دار پریشان ہو کر اپنی غیر محفوظ دکان کی طرف دوڑا ہوا واپس آ گیا۔ اور خریدار نے بغیر قیمت دیئے وہسکی کی بوتل لے کر اپنا راستہ لیا۔ راہ گیر جن کے لئے یہ واقعہ ہلکی سی تفریح کا باعث ثابت ہوا تھا، یہ فیصلہ نہ کر سکتے تھے کہ خریدار اپنی اس حرکت میں حق بجانب تھا یا نہیں۔

سُرخ چین کے حکمران اب رُوس کے مطلق العنان حاکم کے ساجھی بن گئے ہیں۔ کریملین کی اطاعت گزار رعایا ہونے کی حیثیت سے اُنہوں نے اپنی تنظیم کی مدد سے ایک سُرخ جال تیار کر لیا ہے۔ میں ان خوش نصیب مچھلیوں میں سے ہوں۔ جو جال میں پھنس کر نکلی ہوں۔ اُنہوں نے مجھے باغی ٹھہرانے کے لئے از حد خوفناک الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ میں انقلاب سے بغاوت اختیار کر کے ایک ایسا بوجھ اُٹھائے پھر رہا ہوں جسے اُتار پھینکنا میرے لئے گوارا نہیں۔ میرے عزیز قارئین جانتے ہیں کہ وہ بوجھ کیا ہے ؟ یہ آزادی اور جمہوریت کا بوجھ ہے، آزادی اور

جمہوریت، اِن معنوں میں جن سے آزاد دنیا آشنا ہے اور جن کی وجہ سے آزاد قومیں زندہ رہتی ہیں۔

آئندہ صفحات میری زندگی کے ایک سال کی کہانی پر مشتمل ہیں۔ یہ کوئی پریوں کی کہانی یا افسانہ نہیں ہے۔ صنعت کارانہ انداز سے لکھے ہوئے واقعات بھی ان صفحات میں کم ملیں گے جو آپ کے لئے موجب انبساط بن سکیں۔ یہ ایک معمولی سا بیان ہے۔ لیکن بسا اوقات معمولی تحریروں میں بھی غیر معمولی مطالب پنہاں ہوتے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ میرا یہ بیان آپ کو مجبور کرے گا کہ آپ اشتراکیوں کے سرکاری ادّعا کا مواخذہ کریں۔ اگر آپ آزادی سے محروم ہو چکے ہیں تو یہ کہانی اسے دوبارہ حاصل کرنے میں معاون ثابت ہو گی۔ اگر آپ اب بھی اس نعمت سے ہم کنار ہیں تو اس صورت میں یہ اُسے محفوظ رکھنے اور تکمیل تک پہنچانے میں مدد کرے گی۔

یوشا تانگ

تعارف

اس کتاب کے مصنف مسٹر لیوشاتانگ Liu Shaw-tong ۱۹۴۸-۴۹ء کے تعلیمی سال کے دوران میں پی کنگ یونیورسٹی میں چوتھے سال (فورتھ ائر) کے طالب علم تھے۔ اور یونیورسٹی کے ایک انتظامی دفتر میں کلرکی کے فرائض بھی سرانجام دے رہے تھے۔ ۱۹۴۹ء کے آغاز میں جب اشتراکی آئے تو وہ اپنی ملازمت سے محروم ہو گئے۔ اور اُنہیں " اپنے کسب معاش کے لئے" اس تبلیغی جماعت میں شامل ہونا پڑا جو جنوبی چین کے لئے تیار کی گئی تھی۔ کچھ عرصہ کی "تعلیم و تربیت" کے بعد اُنہیں اس کی وسیع پراپاگنڈا مشین کا ممبر بنا کر سُرخ فوج میں دھکیل دیا گیا۔ جس کا نام نیو چائنا نیوز ایجنسی New China News Agency تھا۔

جنوب کی طرف جانے والی فوجوں کی معیت میں اُنہیں وُوہان Wuhan کے وچونگ، ہان کو، ہینگ یانگ Wuchang Han Kow Hanyang شہروں کی طرف کوُچ کرنا پڑا۔ اور وہ وہاں فورتھ فیلڈ آرمی Fourth Field Army کے محکمۂ تربیتِ امُورِ سیاسی کے سکرٹریٹ کے سٹاف میں ایک ممبر کے طور پہ کام کرتے رہے۔ سُرخ نظامِ حکومت کے ماتحت ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ کام کرنے کے بعد وہ کسی نہ کسی طرح بچ بچا کر ۱۹۵۰ء میں ہانگ کانگ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

اپنی آزادی کے بعد مسٹر لیو Liu نے اپنی کہانی اکسٹھ مختصر سے مقالات میں سلسلہ وار شائع کی۔ ۱۹۵۱ء میں ان مقالوں کو جمع کر کے ایک کتاب کی صورت میں "سُرخ چین کا ایک باغی" کے نام سے دوبارہ شائع کیا گیا۔ آزاد چین اور ہانگ کانگ میں اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور اب تک اس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

فورڈہم Fordham یونیورسٹی کے میرے نوجوان دوست مسٹر جیک چیا Jack Chia نے مسٹر ہنری والٹر Henry Walter کے ساتھ مل کر اب اس کتاب کے بہت سے حصّے کا آزادانہ ترجمہ کیا ہے انہوں نے مسٹر لیو شاٹانگ Liu Shaw-tong کے طبع زاد مقالوں کو بیس ابواب میں چار بڑے بڑے حصّوں کے تحت دوبارہ مرتّب اور مدوّن کیا ہے۔ بعض واقعات کو ترجمے کی پابندیوں سے آزاد ہو کر زیادہ مؤثر اور زیادہ دلکش طریقے میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ مسٹر چی آ Chia کی تدوین اور آزاد ترجمے نے مسٹر لیو Liu کی اس تصنیف کو بہت کچھ دلچسپ بنا دیا ہے۔ غرضیکہ بحیثیت مجموعی بیرونی دنیا کے لیے یہ انگریزی ترجمہ اس دلکش اور پُراز معلومات کتاب کی واضح اور دلپذیر طور پر ترجمانی کرتا ہے۔

مسٹر لیو ایک نوجوان ہیں جو اپنے آپ کو ایک ایسے حرّیت پسند (لبرل) کے نام سے روشناس کراتے ہیں جس نے کئی سال تک بے تعصّبی کی فضا میں تعلیم و تربیت حاصل کی ہو۔ ان کی یہ تصنیف لازمی طور پر ان تجربات اور ذہنی ردّ عمل کی کہانی ہے۔ جن سے اُنہیں ایک آمر سیاسی اور فوجی مشین

کے ماتحت دوچار ہونا پڑا۔ کتاب میں بعض ایسے واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں جو ان کے ذاتی تجربے اور مشاہدے میں تو نہیں آئے۔ لیکن پارٹی نے بہت وسیع پیمانے پر ان کی نشر و اشاعت کی تھی۔ مثلاً غیور اڈیٹر سیاؤ چون Hsiao Chun کی کہانی اور اُس رجمنٹ کمانڈر کا عجیب و غریب اور مؤثر قصّہ جو سرکاری اجازت کے بغیر اپنے گھر چلا آیا تھا تاکہ اپنے خلمدان کے لوگوں کی اچانک ملاقات سے لطف اندوز ہو سکے۔ لیکن وہاں پہنچ کر اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اُس کے معمّر والد پر برسرِ عام مقدمہ چلا کر ذلیل کیا گیا اور ہجوم نے برافروختہ ہو کر اُسے قتل کر دیا۔

میرے خیال میں کتاب کے از حد دلچسپ اور قابلِ قدر حصّے وہ بیشمار تفصیلات ہیں جو مصنّف نے مندرجہ ذیل امور کے متعلق دی ہیں: "غور و فکر اور تعلیم و تربیت کے طریقے"، "جمہور کے اخبارات اور مراسلہ نگار" اور "طویل المیعاد کامریڈ" جن کو بڑے شہروں کی زندگی نے نہ صرف نرم مزاج بنا دیا تھا بلکہ بگاڑ بھی ڈالا تھا۔ کشمکش اور سازشیں جو اس "جنّت" میں عام تھیں۔ جمہور کے پراپیگنڈا کا بھونڈا پن، کم مائگی اور تہی مغزی اور انقلاب کے نوجوان نگرانوں کا تدریجی اور وسیع طور پر اس کے کھوکھلے پن سے آشنا ہونا۔

اِس کتاب کے پڑھنے والے کو یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ مسٹر یو سنہ ۱۹۴۹ء اور سنہ ۱۹۵۰ء کا ذکر کر رہے ہیں اور یہ زمانہ اشتراکیوں کے لیے ماہِ عسل سے کم نہ تھا۔ کیونکہ وہ سرزمین چین پر اپنے فوجی اقتدار کی تکمیل

کر چکے تھے۔ نئی نسل پر جو جادو کر دیا گیا تھا، اب اس کا اثر زائل ہو رہا تھا۔ ہمارے مصنّف نے ہمیں بتایا ہے کہ اس کا فرار ہو جانے کا ارادہ یانگ یانگ Yangyang کے واقعہ کی وجہ سے اور زیادہ محکم ہو گیا تھا۔ اِس لڑکی پر اس قدر ظلم اور تشدّد کیا گیا کہ وہ پاگل ہو گئی تھی۔ لیکن پھر بھی اُس کے خیالات میں چھ مہینوں کی مسلسل "شدید اصلاحی مشقت" سے بھی کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو سکی۔

جس طرح کتاب کی ابتدا میں کہانی کے ایک کیرکٹر نے رائے زنی کی ہے کہ "ایک تعلیم یافتہ شخص کی اصلاح زندگی بھر کا کام ہے"۔ ہمارے نوجوان مصنّف نے آنے والے واقعات کو بھانپ لیا تھا اور اُس نے دیکھ لیا تھا کہ وہ سرخ جال میں جکڑا جا رہا ہے۔ اور وہ تجدید فکر و خیال اور دماغ کو پُرانے خیالات سے پاک کرنے کی تحریکوں سے پیشتر جو وسیع پیمانے پر چلائی گئی تھیں۔ اور ۱۹۵۲ء کی تخریبی "۳۔ اینٹی اور ۵۔ اینٹی 3-anti and 5-anti کے جبر و تشدّد سے بہت عرصہ پہلے وہاں سے بھاگ نکلا۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اشتراکی چین میں "دماغوں کو پرانے خیالات سے پاک کرنے" کی تحریک نے ہمارے مصنّف کے فرار ہو جانے کے بعد دو سال کے عرصہ میں کیا کامیابی حاصل کی ہے۔

مَیں چاہتا ہوں کہ اشتراکی چین کی طرف سے شائع شُدہ تجدید خیال کے منتخب مقالوں کی چار جلدوں میں سے

پروفیسر چن یولن Chin Yolin کے سب سے تازہ اعترافات میں سے (جو اصل میں پی کنگ کے کوانگ منگ ڈیلی Kuangming Daily کے ۷ را پریل ۵۲ء کے پرچے میں چھپے ہیں) کچھ اقتباسات پیش کروں۔

"دو سال کے غور و فکر اور تعلیم و تربیت سے جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے وہ اس نتیجے سے جو میں نے ماؤ سی تنگ Mao Tsetung کے مقالۂ "عملی طور طریقہ" سے اخذ کیا ہے مطابقت کُلّی رکھتا ہے۔ اس سے میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ ..... منطقی مادہ پرستی ایک باقاعدہ فلسفہ ہے۔ اور در اصل حقیقت کا یہی علمبردار ہے ..... اور ..... مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ یونیورسٹی کے فلسفہ کے شعبہ کا ضروری فرض یہ ہے کہ وہ لینن ازم کی نشر و اشاعت کرنے والے کارکنوں کو تربیت دے۔

کیا ماؤ سی تنگ اور اس کے نظام حکومت کو چین کے اس کٹر انفرادیت پرست فلاسفر کے دماغ کو پرانے خیالات سے پاک کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی ہے؟ اور اگر ایسا نہیں ہوا تو کیا ہم دیوتاؤں کے آگے دعا مانگیں کہ اپنے آپ کو اعترافِ اعتقاد ہمارے پروفیسر صاحب کو آئندہ غور و فکر اور تعلیم و تربیت کے جلسوں میں حاضر ہونے کی راہ میں حائل ہو سکے۔

ہوشیہ

پہلا باب

جنوبی چین کے لئے اشتراکی تبلیغی جماعت کا قیام

سنہ ۱۹۴۸ء کے اختتام پر سردی کے موسم میں اشتراکیوں کی ایک زبردست فوج نے پی پنگ (Peiping) اور تین سین (Tientsin) کے شہروں پر حملہ بول دیا۔ کئی دن سے یہ افواہ گرم تھی کہ دشمن پی پنگ (Peiping) سے کوئی تعرّض نہیں کرے گا۔ بلکہ اِس کے گرد چکر کاٹتا ہوا جنوب میں نین کنگ (Nanking) پر حملہ کر دے گا۔ شہر کی مدافعتی فوج کے جرنیل جنھوں نے سادہ دلی سے اس افواہ پر یقین کر لیا تھا، بے خبری کے عالم میں گھر گئے۔ اور حیرت انگیز طور پر قلیل عرصے

میں شہر اُن کے ہاتھ سے جاتا رہا، تمام علاقہ تہ و بالا ہونے کو تھا۔ لیکن اُنھیں اُمید تھی کہ اُن کا شہر غارت گری سے محفوظ رہ جائے گا، افواہ اُس وقت بھی جب لوگوں کو مطلع کیا گیا کہ اُن کا شہر آگ اُگلتی ہوئی توپوں کی مدد سے امن و امان کے ساتھ آزاد کرا لیا گیا ہے، اور مدافعتی فوج کے جرنیل ایک مختصر سے کمرے میں قید کر دئے گئے ہیں تاکہ اپنے اس جُرم پر غور و فکر کرتے اور پشیمان ہوتے رہیں کہ وہ مدافعتی فوج کے جرنیل کیوں بنے تھے؟

شہر پر زبردستی قبضہ جمانے والی فوجوں نے اپنا تسلّط قائم کرتے ہی غیر مُلکی نامہ نگاروں کو بحری تار بھیجنے کی ممانعت کر دی، اخبارات اور اخباری ادارے یا تو بند کر دئے گئے یا اُن پر اشتراکیوں نے اِس بہانے سے قبضہ کر لیا کہ "ٹھگ" جو پہلے اُن کے نگرانِ کار تھے، ہمیشہ "رجعت پسند تحریک" کی سرگرمی سے مُعاونت کرتے رہے ہیں۔ صرف ایک نیوز ایجنسی نیو چائنا ایجنسی New China News Agency کو کام کرنے کی اجازت ملی۔ اور صرف ایک اخبار کو زندہ رہنے دیا گیا جس کا نام نیو چائنا ڈیلی تھا۔ اور وہ صرف ایسی خبروں کی اشاعت کر سکتا تھا جو جمہور کے موافق تھیں۔ شمالی چین پر رُوسی طرز کا آہنی پردہ گرا دیا گیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اِس بڑے متمدّن دارالخلافے کی قوّتِ گویائی سلب کر کے اِس کا تعلّق

بیرونی دنیا سے بالکل منقطع کر دیا ہے۔ اس شہر کی سہ ہزار سالہ تاریخ میں ایسا حادثہ کبھی پیش نہ آیا تھا۔

ان دنوں پی کنگ (Peking) یونیورسٹی میں چند (Credits:) حاصل کرنے کے لئے جو مجھے ابھی درکار تھے، تعلیم پا رہا تھا۔ اور اپنے گزارے کے لئے اس کے انتظامی دفتر میں ملازمت بھی کر رہا تھا۔ میں اور اس دفتر کا ایک اور ملازم ایک ہی مکان میں فروکش تھے۔ پی پنگ کی آزادی سے پہلے وہ کیا موزے[1] (Kiamusze) سے اشتراکی ریڈیو پروگرام سنا کرتا تھا۔ لیکن بعد ازاں وہ نین کنگ (Nan king) سے قومی ریڈیو پروگرام سننے لگا۔ ایک دن دفتر میں اس نے مجھ سے کہا کہ ممکن ہے کومنی تانگ (Kudmin Tang:) بھی جوابی حملہ کر دے۔ تین دن کے بعد میرے اس دوست کو اسکول کے فوجی نمائندے نے ملازمت سے برطرف کر دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک دربان نے جو ساتھ کے کمرے میں صفائی کر رہا تھا میرے دوست کی اس رائے زنی کو سن لیا اور اس نے اس کی شکایت فوجی نمائندے سے کر دی تھی۔ ہمیں معلوم ہوا کہ یہ دربان کا ڈیڑھ چار سال سے زیادہ عرصہ سے اشتراکی پارٹی کا ممبر چلا آرہا ہے۔ اس بات نے ہمیں از حد سراسیمہ اور پریشان

---

[1] شمال مشرقی چین انقلاب سے پہلے اشتراکی دارالخلافہ

کر دیا۔ ایک ہفتہ کے بعد مجھے بھی "عارضی برخاستگی" کا حکم نامہ مل گیا، وجہ یہ بیان کی گئی کہ مَیں اسکول میں طالب علم اور یونیورسٹی کے انتظامی دفتر میں مُلازم کی حیثیت سے دوہرا کام کر رہا ہوں۔ لیکن یہ محض بہانہ سازی معلوم ہوتی تھی۔ مجھے اصلی وجہ معلوم نہ ہو سکی کہ وہ کیوں مجھ سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میرے دوستوں نے اور مَیں نے اس معاملہ کے متعلّق غور خوض کیا۔ لیکن ہم میں سے کوئی بھی یاد نہ کر سکا کہ پی کنگ (Peking) میں معاملات کے زیرِ غور ہونے سے پہلے یا بعد مجھ سے کونسی غلطی سرزد ہوئی ہے جس کی پاداش میں مجھے برطرف کیا گیا ہے۔

جب مَیں اسکول کے فوجی نمائندے کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُس نے میری درخواست پر سرسری نگاہ ڈالتے ہوئے مجھ سے کہا "تو کیا تمہیں اس کے متعلّق کوئی اعتراض ہے؟" لیکن مجھے اپنی ملازمت سے قطعی طرف پر سبکدوش ہو جانے کا خطرہ تھا۔ اس لئے مَیں نے اُسے بتایا کہ مَیں نے تعلیم مکمّل کر لی ہے۔ اور اب اِس صُورت میں "دوہرے کام" کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اُس نے کچھ دیر تو تامّل کیا۔ پھر کہنے لگا "مجھے افسوس ہے۔ لیکن فیصلہ میرے بڑے افسروں نے کیا ہے۔ بہر حال کسی ایک آدمی کو دوہرا کام تفویض کرنا رجعت پسند حکومت کے ماتحت ایک غیر معقول سی بات معلوم ہوتی ہے"۔

میں نے یہ ثابت کرنے کی از حد کوشش کی کہ اب میں دوہرا کام نہیں کر رہا۔ لیکن اگر اُس وقت مجھے معلوم ہو جاتا کہ اشتراکی تنظیم کے ماتحت بھی اس قسم کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ تو میں اشارتاً اُسے جتا دینے سے احتراز نہ کرتا۔ لیکن اپنے حالات کے پیشِ نظر میں صرف یہی استدعا کر سکتا تھا کہ گزارے کے لئے ملازمت کی مجھے از بس ضرورت ہے۔ اُس نے اپنے کندھوں کو جنبش دی اور کہنے لگا کہ وہ اس معاملے میں میری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ لیکن اُس نے یہ وعدہ ضرور کر لیا کہ اگر میں چاہوں تو کسی ایسی یونیورسٹی میں جہاں تعلیم کی مدت ایک فرد کی صلاحیت کے مطابق تین ماہ سے ڈیڑھ سال تک ہوتی ہے داخلہ لے سکتا ہوں۔

اس غیر متوقع صدمے سے مجھے اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگا، لیکن ایک دن میں نے پی کنگ یونیورسٹی کے عوامی چوک (Democratic Square) میں اس مضمون کے کئی اشتہار چسپاں دیکھے کہ "انقلاب کو ترقی دینے کے لئے جنوبی چین میں رضاکارانہ طور پر کام کرنے والوں کی اشد ضرورت ہے۔ اِس لئے جمہور سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اِس میں آزادانہ طور پر شامل ہو جائیں۔ لیکن حاملہ عورتوں اور اَن پڑھ لوگ بھرتی نہ کئے جائیں گے۔ تاہم منسلکہ شرائط نامہ کے مطابق اس "آزادانہ شرکت" کے لئے ہر کسی کو وارڈ گورنمنٹ[۱] (Street Government)

۱؎ اگلے صفحہ پر

مزدوروں کی یونین یا انجمن طلبا سے ایک سفارشی چٹھی حاصل کرنا ضروری تھا۔ سفارشی چٹھی میں اُمیدوار کے صرف سیاسی مَیلانات کی وضاحت اور ضمانت ضروری متصوّر ہوتی تھی۔ ایسے ضمانت نامہ کا حصُول خصُوصاً اُن اشخاص کے لئے جنھیں پُرانے دَور میں کام کرنے کے مواقع میسّر تھے کوئی آسان کام نہ تھا۔ جن لوگوں کو ایسے مواقع زیادہ حاصل ہوتے تھے، وہ اِس بات پر فخر نہ کر سکتے تھے کیونکہ اِس وجہ سے ان کو بے شمار جرائم کا مرتکب گردانا جا سکتا تھا۔ تاہم مجھے بھوکوں مرنے سے بچنے کے لئے ملازمت کی ضرورت تھی۔ اِس لئے مَیں نے اس اشتہار کے جواب میں درخواست دینے اور پیکنگ یونیورسٹی کے فوجی نمائندے کی خوفناک تفتیش کے تمام مراحل سے گزرنے کا مصمّم ارادہ کر لیا۔ آخر کار اُس نے مجھے میرے سیاسی مَیلانات کی صفائی کے متعلّق ایک قسم کا ضمانت نامہ دے ہی دیا۔ اِس کی وجہ شاید یہ بھی ہو کہ یونیورسٹی کی ملازمت سے برطرف کرتے وقت اُس نے

(صفحہ ۵ سے) امریکہ کے بڑے بڑے شہروں میں سیاسی وحدت ایک "وارڈ" پر مشتمل ہوتی ہے۔ پی پنگ میں یہ وحدت (Street Government) کے نام سے موسوم ہے۔ شہر کے ہر بلاک کو اس طرح منظّم کیا جاتا ہے کہ ہر محلّہ میں ایک سرکاری ادارہ ہوتا ہے جو ایک محلے کے سردار اور اس کے نائبوں کے ماتحت ہوتا ہے۔ ضلع محلہ دار سرکاری اداروں کی ایک خاص تعداد پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ امریکہ کے ایک وارڈ کی حیثیت رکھتا ہے۔

وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے کسی تعلیمی ادارے میں داخلہ لے دے گا۔ پھر طلبہ تنظیمی انجمن کی نگاہوں میں اس قدر مُشتبہ متصوّر نہ ہوتے تھے کہ اُنھیں اس قسم کا تصدیق نامہ حاصل کرنے میں دقّت ہو۔

جنوبی چین کے لئے تبلیغی جماعت ابھی تک محض برائے نام تھی، جب مَیں "اپنی رضامندی" سے اِس میں شامل ہُوا تو سٹاف افسروں کے تعیّن کا مسئلہ ابھی تک زیرِ غور تھا۔ میری طرح کئی آدمی تربیت حاصل کرنے کے لئے سامراجی کیمپ (Imperialist's Camp[1]) میں جمع ہو چکے تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تھے۔ تو ہماری ملاقات ایک افسر سے ہوئی تھی جو کیمپ کی آبادی کے لیے اشیائے خوردنی کی بہم رسانی پر مامُور تھا۔ بعد ازاں ہمیں معلوم ہُوا کہ اس وقت یہی ایک افسر تھا جسے اپنی دس سالہ حُسنِ خدمات کی وجہ سے اُن کی نظروں میں کافی وقار حاصل تھا۔ لیکن بوجہ اپنی ادنیٰ تہذیب اور تربیت کے وہ کبھی ایک معمولی درجہ کے مسکوٹ افسر سے برتر حیثیت حاصل نہ کر سکتا تھا۔ اور تمام دن لوبیا کی چپاتیوں اور سبزیوں کی جانچ پڑتال کرنے میں مصروف رہتا تھا۔

کیمپ میں قیام کی پہلی ہی رات کو ہمیں اس کی تقریر سُننا پڑی اس کی فصیح البیانی کے کیا کہنے، وہ تین گھنٹے تک دادِ خطابت دیتا رہا، اور بار بار یہی بات دہراتا رہا کہ "ہمارے لوگ ابھی تک بیدار نہیں ہوئے۔

---

[1] پیکنگ میں ایک جگہ کا نام جہاں باکسر کی بغاوت کے بعد غیر مُلکی فوجیں قیام پذیر ہیں۔

اور وہ ابھی تک رجعت پسند اور انقلاب دشمن عناصر سے گھرے ہوئے ہیں۔" تقریر ختم ہوئی تو اُس نے اس بات پر زور دیا کہ ہم اپنی دستاویزات کا گہری نظر سے مطالعہ کریں۔ اور اپنی اپنی سرگزشتِ حیات تحریر کردیں۔

تھوڑے ہی عرصے میں مجھے "سازشیوں" کو شناخت کرنا آگیا۔ یہ لوگ یا تو کلیتہً پارٹی ممبر یا ایک حد تک پارٹی ممبر تھے۔ لیکن صریحی طور پر ہمارے گروپ میں غیر پارٹی ممبروں یا حریت پسند ممبروں کی حیثیت سے شامل ہو گئے تھے، اُنھیں احتیاطاً اور مصلحتاً اس لئے ہم میں خلط ملط کر دیا گیا تھا کہ وہ ہماری نگرانی کرتے اور دیکھتے رہیں کہ ہم ان باتوں کو جو تنظیمی انجمن ہم سے کرانا چاہتی ہے جمہوری طریقے سے کرتے ہیں یا نہیں۔ پہلا ہفتہ آہستہ آہستہ اختتام پر پہنچا تو مجھے توقع تھی کہ اب ہمیں کیمپ چھوڑنے اور شہری زندگی سے لطف اندوز ہونے کی اجازت مل جائے گی۔ لیکن ان سازشیوں نے ایک عام اجلاس میں تحریک پیش کر دی۔ کہ ہم سب لوگ ہفتہ کے آخری دن کیمپ ہی میں قیام کریں اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف رہیں۔ یہ تحریک ایک جمہوری چیلنج کی شکل میں پیش ہوئی اور انفرادی اور اجتماعی طور پر قبول کر لی گئی۔ اس کی تائید میں کبھی دائیں طرف سے آواز اُٹھتی اور کبھی بائیں طرف سے۔ یہ تمیز کرنا مشکل ہو گیا کہ رضاکاروں میں کون صدق دل سے اس کا مؤید ہے اور کون دیکھا دیکھی

اس کی حمایت کر رہا ہے۔ سازشیوں نے ہر ایک سے یہ کہلوانا شروع کر دیا کہ ہمیں دروازے بند کر دینے چاہئیں۔ قدرتی طور پر کوئی بھی نہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے بھسڈی ہونے کا ثبوت دے۔ اِس لئے متفقہ طور پر یہ فیصلہ ہو گیا کہ کیمپ کے دروازے بند کر دیے جائیں اور ہم لوگ ہفتہ کا آخری دن بھی چیئرمین ماؤ کی خاطر کام کریں۔

جمہوری چیلنج سے متفق ہونا اتنا ضروری نہیں تھا۔ جتنا کہ اِس جمہوری ریزولیوشن کی اطاعت کرنا ضروری تھا۔ انتہائی مایوسی کی حالت میں مجھے جمہوریت کے اِس پہلے سبق سے رُوشناس ہونا پڑا۔ اور اس ہفتہ کے ختم ہونے کے بعد مَیں آہنی پردہ میں ایک اور آہنی پردے کے پیچھے محبُوس ہو کر رہ گیا۔

کیمپ میں قیام کے پہلے تین ہفتے گھاس کاٹنے، گھوڑوں کی لید اکٹھا کرنے، فرشوں کو پالش کرنے اور جلسوں میں شریک ہونے میں بسر ہو گئے، فالتو وقت ملتا تو آپ بیتی لکھنے میں مصرُوف ہو جاتے۔ لیکن اپنی آپ بیتی کو قابلِ قبُول تسلیم کروا لینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ شروع شروع میں ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ خیال جاگزین ہو کہ آپ بیتی کو مختصر سے سوانح حیات اور چند تجربات پر مشتمل ہونا چاہیئے، کم از کم میرا خیال تو یہی تھا اور اسی بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے مَیں نے اُسے ترتیب دیا۔ لیکن اس پر اُنہوں نے مجھے شدید نکتہ چینی کا ہدف بنایا اور اشارتاً جتا دیا کہ اپنی تحریر میں مَیں نے نہ

تو کسی اصول، نہ کسی نظریہ اور نہ ہی کسی خاص مقصد کو مدِّ نظر رکھا ہے۔ اس وجہ سے مَیں ناکام رہا اور اس سرزنش سے جو سب کے سامنے کی گئی مَیں انتہائی طور پر سراسیمہ ہوگیا۔ خوش قسمتی سے صرف یہ مَیں ہی نہ تھا جو اس شدید قسم کی نکتہ چینی کا مورد بنا بلکہ ناکام لوگوں میں وہ افراد بھی شامل تھے جنہوں نے دوسری دفعہ اپنی آپ بیتیاں تحریر کرنے میں انتہائی محنت سے کام لیا تھا۔

مجوّزہ طریقۂ تحریر کا ردِّ عمل کئی طرح سے ہوا۔ سب سے کم عمر لڑکیوں میں سے ایک ڈیسک پر سر رکھ کر رونے لگی۔ کیونکہ اپنی سرگزشتِ حیات کو دوبارہ تحریر کرلینا اس کے لئے ممکنات میں سے نہ تھا۔ ایک شخص بھاگا بھاگا ایک پُرانے کتب فروش کے ہاں پہنچا اور دس نقرئی چینی سکّوں کے عوض ایک کتاب الاستناد (Reference Book) خرید لایا تاکہ اس کی مدد سے اپنی تحریر کو اور دل پسند بنا سکے۔ چند ایک شورش پسند سارا دن مارکس (Marx) انجلز (Engels) لینن (Lenin) سٹالن (Stalin) اور ماؤ (Mao) کے خود نوشت حالاتِ زندگی کا مطالعہ کرتے رہے۔ کیونکہ اُنہیں یقین تھا کہ وہ ان سے کچھ فیضانِ رُوحانی حاصل کر سکیں گے۔ آپ بیتی تحریر کرنے کے موضوع پر ایک رسالہ جس کے اوراق کثرتِ استعمال سے مُڑ تُڑ گئے تھے دن بھر مختلف ہاتھوں میں منتقل ہوتا رہا۔ دراصل شروع میں اس کے مطالعہ کے لئے ہر ایک کو آدھ آدھ

دن دیا گیا تھا۔ لیکن یہ مدّت بہت جلد مختصر ہو کہ دو گھنٹے تک محدود ہو گئی۔ فضا اضطراب سے کچھ اس قدر لبریز تھی کہ بہت سی آپ بیتیاں کئی کئی بار لکھی گئیں، کیمپ میں ایک بیچارے کو اپنی سرگزشتِ حیات نو دفعہ تحریر کرنا پڑی۔

خوش قسمتی سے ہر مشکل کا حل ہوتا ہے۔ آخر ایک خاتون نے جو کیمپ میں بطور کمیسار کے متعیّن تھی، ہماری سوانح حیات کے لیے مواد تجویز کر دیا۔ اُس نے اُن لوگوں کی جہالت کا تمسخر بھی اُڑایا جو تعلیم یافتہ تھے۔ اس کی ہدایت کے مطابق ہمیں چند اُمور کو ضرور پیش نظر رکھنا تھا۔ سب سے پہلے تو ہمیں یہ بیان کرنا تھا کہ کیمپ میں شامل ہونے سے پیشتر ہم ظالم طبقے سے تعلق رکھتے تھے یا مظلوم طبقے سے۔ اگر ہمارا تعلّق اوّل الذکر جماعت سے تھا تو ہم نے کس کس پر ظلم کیا اور اس ضمن میں کیا طریقے اختیار کئے، اور اگر ہم موخر الذکر جماعت کے فرد تھے تو ہماری تباہی اور غارت گری کا باعث کون ہوُا اور کس طرح ہم پر دباؤ ڈال کر سب کچھ چھین لیا گیا۔ ہمیں خاص طور پر ہدایت کی گئی کہ مبہم اور غیر موزوں تفصیلات سے احتراز کریں اور شخصیات اور واقعات کا بڑی وضاحت سے ذکر کریں۔

اپنی سرگزشت حیات میں ایک سرکاری افسر کے لئے اس اُمر کا اعتراف ضروری تھا کہ وہ رجعت پسند غارت گر اور لٹیرے طبقے کا آلۂ کار بنا رہا ہے

اس کے بعد اُسے ان جرائم کی تفصیل مہیا کرنا تھا جو مظلوم عوام اور ان کے مفاد کے خلاف اس سے سرزد ہوئے تھے، اگر وہ جرائم کے ارتکاب سے انکار کر دیتا تو شدید طور پر ہدف ملامت بنتا، انکار ممکن تھا بھی نہیں کیونکہ اُسے پہلے ہی سے اس لوٹ مار میں ممد اور معاون قرار دے دیا جاتا تھا۔ اِن کوتاہیوں کا معترف نہ ہونا اس امر کے مترادف تھا کہ ابھی تک وہ بیدار نہیں ہُوا تھا اور اس صورت میں اس کی سرگزشتِ حیات قطعاً ناقابلِ قبول سمجھی جاتی تھی، اس بات کا اعتراف کرنے کے بعد کہ اس کا تعلق کس طبقے سے ہے ایک اور مشکل پیش آتی کہ وہ اپنے مجرمانہ افعال کی صراحت کس طرح کرے، ایک سابق پولیس مین نے اپنی آپ بیتی میں اس جُرم کو تسلیم کر لیا کہ اُس نے ایک رکشا چلانے والے کا گدّا محض اِس لئے چھین لیا تھا کہ وہ لوگوں کو مجبور کرتا تھا کہ وہ اسی کی رکشا کرایہ پر لیں۔ اِس لئے اُسے اس جُرم کا مرتکب ٹھیرایا گیا۔ اُس نے رکشا والے کا گدّا چھین کر اُسے روزی سے محروم کر دیا تھا۔ ایک بیچاری طالبۂ علم نے جو کسی امیر گھرانے سے تعلق رکھتی تھی اعتراف کر لیا کہ اُس کے آبا و اجداد ان لوگوں کو لُوٹتے رہے ہیں جو اُن کے دست نگر تھے۔ اِس لیے اُسے بھی اُس کے آبا و اجداد کے ساتھ اِس غارت گری کا ذمّہ دار ٹھیرایا گیا اور اب اس بات کا آخری فیصلہ تنظیمی انجمن پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ اُسے مُلزم سمجھے یا مُعاف کر دے۔ وہ خود بھی اپنے ملازموں پر تشدّد کیا کرتی اور اپنی غریب ہم مکتبوں سے جو سماج کے نچلے طبقے

سے تعلق رکھتے تھے ہمیشہ تحقیر آمیز سلوک روا رکھتی تھی۔ ایک نوخیز طالب علم پشیمان تھا کہ وہ اپنے غریب ہم جماعتوں سے پنسلیں اور لکھے ہوئے حرفوں کو ہٹانے کے لئے ربڑ (Erasro) ہمیشہ اُدھار لیتا رہا ہے لیکن واپس کر دینے کی پرواہ کبھی نہ کی۔ کیمپ میں ایک اور لڑکی تھی جو داشتہ کے طور پر بسر اوقات کرتی رہی تھی، اُس نے بہت سے ہاتھ کے سِلے ہوئے اور ندووزی کپڑے بھی چوری کئے تھے۔ اُس کے جواز میں اُس نے تحریر کیا کہ اُس کا یہ فعل ظالم اور غارت گر جماعت پر نہ صرف ایک جائز اور ارادی وار کی حیثیت رکھتا تھا بلکہ ان بیویوں کے لئے جن پر ہمیشہ زیادتی ہوتی رہی ہے انتقام کا طریقہ بھی مہیا کرتا تھا۔ جب اُس کی آپ بیتی چھوٹے گروپ کے سامنے پڑھ کر سُنائی گئی تو بار بار تعریف اور توصیف کے نعرے بلند ہوئے۔

ہر طالب علم کے لئے اس بات کی وضاحت ضروری تھی کہ کیمپ میں شامل ہونے سے پہلے وہ کیومن تانگ (Kuomintang) کا ممبر تھا یا سن چنگ توان[1] (Sanchingtuan) کا۔ یہ اعتراف کہ وہ ان دونوں میں کسی ایک جماعت میں شامل ہؤا تھا اس کے لئے مزید پریشانی کا باعث بن جاتا تھا۔ اگر اُس نے کسی سیاسی سرگرمی میں حصہ نہ لیا ہو۔ تو اُسے توجیہ کرنا پڑتی کہ " وہ امریکہ کی استمدادِ جاپان کے خلاف

---

[1] قوم پرستوں کا نوجوان طبقہ

Anti-American-Help For-Japan-Movement تحریک[5]

یا" بھوک کے خلاف مظاہروں[6] Anti-Hunger-Demonstration

میں کیوں شریک نہیں ہوا تھا۔ اگر وہ کوئی وجہ نہ بیان کر سکتا تو اُسے معذرت خواہ ہونا اور اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا کہ اُسے بیدار ہونے کے لئے کوئی موقع نہ ملا تھا۔

"آپ بیتی" کے زیادہ حصہ میں اس زمانے کا تفصیل سے ذکر کرنا پڑتا جس میں ہمارے "تغیرِ فکر" کی نشوونما ہوئی تھی، خالی خولی باتیں قابلِ قبول نہ تھیں۔ یہ مادہ پرست لوگ چاہتے تھے کہ ہم مخصوص واقعات کو مفصّل طور پر بیان کریں اور لکھتے وقت ان باتوں کو زیرِ نظر رکھیں کہ "جمہوری فوج نے ہمیں کس طرح متاثر کیا؟" نئی حکومت کے متعلق ہمارا نظریہ کس قسم کا ہو؟" اور سوویٹ یونین اور امریکہ دونوں کے کیمپوں کے متعلق ہمارے صحیح تصورات کیا ہیں؟ اس بات پر خاص طور پر زور دیا گیا تھا کہ ہماری تحریر میں حقیقی اعتقادات کی جھلک کچھ اس طرح نمایاں ہو کہ تنظیمی انجمن ہمارے اخلاص اور

---

[5] یہ تحریک ۱۹۴۸ء میں اشتراکیوں کی طرف سے امریکہ کے خلاف منظّم کی گئی جو جاپان سے گفت و شنید کے لئے تجاویز مرتّب کر رہا تھا۔

[6] مئی اور جون ۱۹۴۷ء کو طلبہ نے قومی حکومت کے خلاف مظاہرہ کیا اور مطالبہ کیا کہ قومی یونیورسٹیوں میں ان کے گزارے کے لئے زیادہ مالی ذرائع مہیّا کئے جائیں۔

راست بازی کی معتقد ہو جائے۔ صرف یہ کہہ دینا کہ ایک فریق راستی پر ہے کافی تصور نہ کیا جاتا تھا۔ یہ بھی بیان کرنا پڑتا تھا کہ دوسرا فریق غلط راستے پر گامزن ہے اور ہر ادّعا کے ثبوت میں حقائق سے کام لینا پڑتا تھا۔ اگر ہم میں سے کوئی یہ لکھ دیتا کہ میں جذوب کے لئے تبلیغی جماعت میں صرف اس لئے شریک ہوا ہوں کہ بسر اوقات کی سبیل ہو سکے۔ اور درحقیقت میں اس نظریئے یا اُس نظریے کا قائل نہیں ہوں تو اس کی آپ بیتی ردّ کر دی جاتی۔ اُسے شدید نکتہ چینی کا ہدف بنایا جاتا اور اُس کے اندازِ فکر کو ناصاف اور ناپختہ سمجھا جاتا تھا۔

آپ بیتی میں اپنے خاندان، اپنے دوستوں اور اپنی درس گاہ کی تنقید ضروری خیال کی جاتی تھی۔ خاندان میں سے نکتہ چینی کا ہدف سب سے زیادہ بیچارے باپ کو بنانا پڑتا تھا۔ پُرانے سماج میں ہمیں بعض اوقات اُنہیں باپوں کی طرف سے یہ تعلیم دی گئی تھی کہ ہمارے خاندانی روابط بہت مستحکم ہیں۔ اِس لئے ہمارا پہلا فرض محبت اور وفاداری سب کچھ وطن ہی کے لئے ہیں۔ اور اب یہ پارٹی لیڈر مُصر تھے کہ ہم ان "پُرخلوص جذبات" کو بروئے کار لا کر بیچارے والد کو ہدفِ تضحیک بنائیں، اگر ہم اِس بات سے انکار کر دیتے تو ہماری بیداری اور ترقی پسندی کے ولولے سطحی اور خام سمجھے جاتے اور ہم پر یہ الزام لگایا جاتا کہ ہم نے زمانہ "تغیر" افکار کے متعلق جو کچھ کہا ہے ہم اِس پر خود اعتماد نہیں رکھتے۔ اپنی گزشتہ زندگی کے متعلق سیدھا سادھا اور سپاٹ بیان ناکافی

سمجھا جاتا تھا۔ ہمیں اپنے ہر فعل کا جواز تفصیل سے تحریر کرنا اور اپنے ہر جملے میں اپنی نئی بیدار شدہ تنقیدی مہارت کا ثبوت دینا پڑتا تھا۔ اگر ہم میں سے کوئی تمباکو یا شراب کا استعمال کرتا تو اُسے لکھنا پڑتا تھا کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔ اگر بعض اشخاص سے ہمارے سماجی روابط قائم تھے تو ہمیں ان کی توجیہ کرنا پڑتی۔ غرض علّت اور معلول کا ایسا سلسلہ چل پڑتا تھا کہ ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔

ہمیں بتایا گیا کہ ازدواج کا مسئلہ انجمن کے اعلیٰ طبقہ کی نظروں میں خاص اہمیّت کا حامل ہے۔ اس لیے اگر ہمیں کسی دوشیزہ سے محبّت ہو تو صاف طور پر کہہ دینا چاہیئے کہ ہم اس سے کیوں محبّت کرتے یا کرنا چاہتے ہیں؟ کیا رجعت پسند طبقہ کے خلاف اس کے جذبات بیدار ہو چکے ہیں۔ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ اگر اُس کے جذبات بیدار نہیں ہوئے تو کیا اس صورت میں بھی وہ ہماری محبُوبہ بنی رہے گی؟ حقیقت یہ ہے کہ ایک ایسا شخص جسے نہ شادی کا خیال ہو اور نہ محبُوبہ کا تصوّر، دُوسرے شخص کی نسبت جوان خیالات میں اُلجھا ہُوا ہو زیادہ آسانی سے "صاف تصوّرات" کا مالک سمجھا جاتا تھا۔

امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ہمارے ممبروں میں بھی اضافہ ہوتا رہا، یونیورسٹیوں اور سرکاری دفتروں سے لوگ آ آ کر بھرتی ہونے لگے، اُس وقت ہمارا کیمپ دو طبقوں پر مشتمل تھا۔ پہلے میں اعلیٰ تہذیبی معیار کے افراد شریک تھے۔ اور دُوسرے میں وہ اشخاص شامل تھے جن کا تہذیبی معیار

ادنیٰ درجہ کا تھا۔ ممبروں میں چوکیدار، ثانوی درجے کے اسکولوں کے اساتذہ، غیر سرکاری مدارس کے معلّم، طلبہ، مزدور، خوانچے والے اور پولیس کے سپاہی سبھی قسم کے لوگ شامل تھے، ہمارے حکمرانوں کے قول کے مطابق دُنیا کے تمام طبقوں کے افراد جوق در جوق چلے آرہے تھے، ان دنوں پیپلز ڈیلی (The People's Daily) نے پنج سطرا سُرخی کے ماتحت یہ خبر نمایاں طور پر شائع کی کہ سنگ ہوا (Tsing Hua) یونیورسٹی کے پروفیسر شنگ چنگ ہوا Sheng Ch'eng-Hua بھی جنوب کی تبلیغی جماعت میں شامل ہو گئے ہیں۔ یہ صاحب علمی مجالس میں تو اس قدر شہرت کے مالک نہ تھے لیکن واحد پروفیسر تھے جو کیمپ میں شریک ہوئے۔ اس لئے پارٹی لیڈروں نے اس خبر کو بہت اہمیّت دی اور اس کی کافی اشاعت کی، تاکہ ان طلبہ پر اثر ڈال سکیں جو اپنی سرگرمیوں کے اظہار کے لئے کسی تحریک میں شامل ہونے کے متمنّی تھے۔ لیکن کیمپ میں شریک ہونے میں متامّل نظر آتے تھے۔

تعلیم یافتہ افراد پر مشتمل ایک پلٹن منظّم کی گئی جس کی نفری چار سو کی تھی۔ سٹاف افسر نے جو کیمپ میں ضبط رکھنے پر مامور تھا محنت کے اس تصوّر کو از حد سراہا جسے ہم میں سے ہر ایک نے پندرہ روزہ جسمانی مشقّت کے تجربہ سے حاصل کیا تھا، اُس نے تفاخرانہ انداز سے کہا کہ "اب وہ فرسودہ طبقاتی امتیازات حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے ہیں، کیمپ میں گھوڑوں کی لید تو کجا

ایک تنکا تک پڑا نظر نہیں آتا۔ اور فرش۔ دروازے اور کھڑکیاں پالش کرنے سے چمک اُٹھی ہیں" کیمپ میں جابجا لکڑی کے تختے آویزاں تھے۔ ان پر ہماری اخلاقی اصلاح کے لئے ہر روز ایک مختصر سا خبر نامہ چسپاں کر دیا جاتا تھا جس میں ہمارے کیمپ کے افراد کے متعلق چھوٹی چھوٹی کہانیاں ہوتی تھیں سنگ ہوا Tsing Hua یونیورسٹی کی ایک طالبۂ علم کے کارِ نمایاں کو خاص طور پر شہرت دی گئی کہ وہ پاخانے کے قدمچے اپنے ہاتھ سے صاف کرتی ہے۔ خبر نامہ کے مدیر نے اُس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہوئے کہا کہ اُس نے اپنے دماغ سے معمولی طبقاتی فوقیت کے جذبات یکسر مٹا دیئے ہیں اور مزدور، کسان اور سپاہی کے لئے ایک نئے عملی رجحان کی بنیاد رکھی ہے۔

کیمپ کی ابتدائی تنظیم کے بعد ہمارا وقت ایک بندھے ٹکے پروگرام میں منضبط ہوتا تھا، ناشتے اور دوپہر کے کھانے کا درمیانی وقفہ عام طور پر "بڑی جماعت" میں صرف ہوتا۔ یا کبھی کبھی ہم سب مل کر "رپورٹوں" کو سُننے کے لئے چلے جاتے تھے۔ بڑی جماعت کی تعلیم و تدریس ہماری پلٹن کے کمیسار کے سپرد

(حاشیہ صفحہ ۱۷) پی پنگ میں سُرخ حکومت کا سرکاری اخبار۔ پی پنگ کی آزادی کے چند ہفتے بعد اس کی اشاعت شروع ہوئی۔

؂ یہ یونیورسٹی آزادی سے پہلے پی پنگ کی یونیورسٹیوں میں سے ایک تھی۔

تھی جو جنوب میں کام کرنے والی تبلیغی جماعت کا نائب کمانڈر بھی تھا۔ جماعت لیتے وقت وہ اِس بات پر بار بار زور دیتا تھا کہ ہر حالت میں ہمارے لئے انضباط یعنی تنظیمی جماعت کی اطاعت لازمی ہے۔ ایک دفعہ خود بخود اُسے یہ احساس ہؤا کہ وہ ایک ہی بات کو احمقانہ طور پر بار بار رٹتے جا رہا ہے۔ اِس لئے وہ کچھ نادم سا ہو کر کہنے لگا " پارٹی کا ایک یہی عظیم الشان اصول ہے۔ اگر تم اِس کو سمجھ لو تو تمہارے لئے کافی ہے۔ اب ہم اسے زیادہ زیر بحث نہ لائیں گے۔" اور پھر اُس نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا " پریذیڈنٹ ماؤ نے ایک دفعہ کہا تھا کہ " اگر ہم میں انضباط مکمّل طور پر بیدار ہو جائے تو انقلاب کی فتح یقینی ہے۔" ایک دفعہ کسی نامعلوم شخص نے بڑی جماعت کے دروازے پر کچھ مماثل جملےؔ چاک سے لکھ دیے، بائیں طرف تو یہ روایت مرقوم تھی۔ کہ مزدُور، کسان اور چھوٹے درجے کے اعلیٰ طبقے کی تعریف و توصیف میں ایک ہزار الفاظ اور دس ہزار جملے" اور بائیں طرف یہ تحریر درج تھی۔" لاتعداد الفاظ اور جملے دفتری حکومت، شہنشاہیت اور جاگیرداری کی ملامت میں' ہم سب مسرت سے تالیاں بجاتے اور پسندیدگی کے اظہار میں چیخنے اور

ؔ اس قسم کے جملے چینی لوگ اپنے مہمان خانوں کے دروازوں پر اکثر نئے سال کے دن، میلوں کے زمانے میں، شادی کے موقع پر، ضیافت کے وقت یا گھر میں کوئی موت ہو گئی ہو منقّش کر دیا کرتے تھے۔

چلانے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نائب کمانڈار نے ہماری جماعت کو چار گھنٹوں کے لئے روک لیا اور سخت فہمائش کی، اس روز ہمیں اس سے مزدور، کسان چھوٹے املاکی طبقے، دفتری حکومت، شہنشاہیت اور جاگیرداری کے متعلق کئی باتیں سننا پڑیں۔

رپورٹوں کا سُننا ہمارے لئے از حد دلچسپی کا باعث ہوتا۔ کیونکہ اس صورت میں کیمپ کی بے لُطف زندگی سے نجات مِل جاتی تھی۔ اِس کام کے لئے یا تو ہمیں چاؤ یانگ[1] (Chao Yang) یونیورسٹی کے چوک میں جانا پڑتا یا چنگ شان پارک[2] (Chung Shan Park) کے گھاس کے تختوں پر۔ راستے میں کبھی کبھار ہمیں یہ موقع بھی مِل جاتا کہ تھوڑی دیر کے لئے اِدھر اُدھر کھِسک جائیں۔ لیکن یہ ضروری تھا کہ رپورٹوں کے ختم ہونے سے پہلے ہم مارچ کرنے والے گروپ میں شامل ہو جائیں۔ اِدھر اُدھر کھِسک جانے کی جُرأت نہ کر سکنے پر بھی باقاعدگی سے مارچ کرنے کے دوران میں گلی کوچوں میں لوگوں کو چلتے پھرتے دیکھنا کس قدر مسرّت انگیز ہوتا تھا، ایک شخص بدقسمتی سے چلنے پھرنے کی آزادی کھو

---

[1] پی پنگ میں ایک غیر سرکاری سکول جس میں قانون پڑھایا جاتا ہے۔

[2] یہ نام ڈاکٹر سن یٹ سن کی یاد میں رکھا گیا جس نے چین کی جمہوری سلطنت کی بنیاد رکھی۔

بیٹھتا ہے۔ لیکن جب اجازت مل جانے کے بعد وہ اپنی مرضی سے گلیوں میں گھومتا پھرتا ہے۔ تو اس کی مسرت کس قدر بے پناہ ہوتی ہے۔

اوّل اوّل یہ رپورٹیں ہمیں بہت دلچسپ معلوم ہوئیں۔ کیونکہ ان کو مرتّب کرنے والے اشتراکیت کے حامی تو ضرور تھے۔ لیکن زیرِ تعلیم ہونے کی وجہ سے اب تک وہ پارٹی کے باقاعدہ ممبر نہیں بنے تھے۔ اِس لئے ابھی تک ان کے تصوّرات واضح نہیں ہوئے تھے، قدرتی طور پر ان کی تقریریں ہمارے پُرانے اسٹاف افسروں کے لیکچروں سے زیادہ سہل اور پُرلطف ہوتی تھیں۔ لیکن جب ہم چند دنوں تک یہ رپورٹیں سُن چکے تو وہ بھی اتنی ہی غیر دلچسپ ہوگئیں جتنے ہماری بڑی جماعت کے سبق، ایک دفعہ مسٹر کیو موجو[12] (KUO MO-JO) نے ہمیں ایک رپورٹ دی۔ جس میں اُنھوں نے واقعی طور پر ایک نئی تاریخ کی ایجاد کرتے ہوئے یہ دعویٰ پیش کیا کہ چینی اشتراکی پارٹی نے چین کو متحد کردیا تھا اور جاپان کے برخلاف متحدہ چین کو کامیابی سے رُوشناس کیا تھا۔ اور اس قابلِ فخر

---

[12] کیو موجو بھی "تربیت امورِ سیاسی" کی قومی وزارت کا ایک اہم رکن تھا۔ پھر بھی اُس نے اپنا سیاسی نظریہ تبدیل کرلیا، وہ ایک کامیاب ادیب بھی تھا اور چین میں اس کی مختصر کہانیاں بڑے شوق سے پڑھی جاتی تھیں، اب وہ اشتراکی حکومت کے صیغۂ انتظامی میں نائب وزیراعظموں میں سے ایک ہے۔ اس کے علاوہ وہ قومی اکاڈمی آف سائنس کا ڈائرکٹر بھی ہے ؛

کارنامہ کی مثال مسٹر کیو کے خیال کے مطابق رجعت پسند تاریخ کی کتابوں میں کہیں نہیں ملتی۔ ایسی عجیب و غریب کہانی اِس سے پہلے ہمارے کانوں تک کبھی نہ پہنچی تھی۔

اِس تقریر کے دوران میں کاغذ کا ایک ٹکڑا جس پر کسی کے دستخط نہ تھے سامعین کے ہاتھوں میں گردش کرتا رہا۔ اِس پر یہ عبارت درج تھی "مسٹر کیو جب آپ چنگ کنگ (Chung King) میں تھے۔ تو آپ نے کبھی بھی اِس واقعہ کا ذکر نہ کیا تھا۔ جب یہ کاغذ ان کے پاس پہنچا تو وہ مشاقانہ طور پر مسکرا دیئے۔ اور کہنے لگے "اس کے برعکس مَیں نے (Chung King) میں بھی وہی باتیں کہیں تھیں جو یہاں کہہ رہا ہوں"۔ سامعین میں سے جن کی عمر بیس سال سے کم تھی اس جواب سے ازحد متاثر ہوئے۔ اور کیو (KUO) کے مخلصانہ انقلابی جذبے کی تعریف کرنے لگے۔ لیکن اس سے زیادہ عُمر کے لوگوں کو جنگ کا وہ زمانہ یاد تھا جب اُنہوں نے مسٹر کیو (KUO) کو رجعت پسند جماعت کی وردی میں ملبوس "وزارتِ تربیتِ اُمورِ سیاسی کے تیسرے سیکشن[1]" کے دفتر سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔

ہمیں بہت سے چھوٹے چھوٹے گروپوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اور ہم ہر روز تین دفعہ ناشتے سے پیشتر، دوپہر کے کھانے کے بعد اور شام کے وقت

---

[1] تیسرے سیکشن کے ذمے قومیت پسندوں کے پروگرام کی تبلیغ تھی۔

"چھوٹے گروپ کی طرزِ زندگی" سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ سازشیوں کو ان مختلف گروپوں کا جن کی تعداد برابر نہ تھی۔ "لیڈر مقرر" کر دیا گیا۔ ہر گروپ میں چار سے لے کر گیارہ تک ممبر شامل تھے۔ شروع شروع میں میری سمجھ میں نہ آیا کہ ممبروں کی تعداد برابر کیوں نہیں رکھی گئی لیکن کچھ عرصہ کے بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ ان خالی جگہوں کو جلدی ہی شمال مشرقی چین[۱] کے کامریڈوں اور درسگاہوں سے بھرتی کئے ہوئے نئے ممبروں سے پُر کر دیا جائے گا۔ ان گروپوں کے قیام میں صریحاً کوئی سیاسی مقصد پیش نظر رکھا گیا تھا۔

آپ بیتی ختم ہو جاتی تو عام بحث و نظر کی غرض سے اِسے اُس چھوٹے گروپ کو پڑھ کر سُنایا جاتا جس کا خود لکھنے والا بھی ممبر ہوتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ ہمارے گروپ کے گیارہ ممبروں سے سات سازشی تھے۔ لیکن اِس بات کا پتہ کہ عرصۂ دراز سے پارٹی ممبر چلے آ رہے ہیں مجھے اُسی وقت چلا جب انہوں نے اپنی آپ بیتیاں پڑھ کر سُنائیں۔ میرے کیمپ میں شامل ہونے سے تین ہفتہ بعد ایک دن جب ہم سرِ شام ہی کھانے سے فارغ ہو چکے تھے، ہمارا گروپ حسبِ دستور اس چھوٹے سے کمرے میں اکٹھا ہوا جسے ہمارے شام کے اجلاس کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ آج رات کوئی غیر معمولی واقعہ ظہور پذیر ہو گا۔ کیونکہ

---

[۱] وہ علاقہ جسے عام طور پر منچوریا سے منسوب کیا جاتا ہے۔

پانچ سازشی ہمارے گروپ لیڈر کی معیّت میں، دستور کے خلاف، باقی ممبروں سے الگ ان کے عین مقابل براجمان ہو گئے اور مجلس کی ابتدائی کارروائی عجلت سے ختم کر دی گئی۔ لیڈر نے ڈرامائی انداز سے کچھ دیر توقّف کیا۔ پھر ہم پانچ ممبروں سے جو سازشی نہیں تھے اس طرح مخاطب ہوا "تم جانتے ہو کہ تمہاری حیثیت کیا ہے؟ تم عوام کے پانچ پھسڈّی افراد ہو۔"

ہم عوام کے پانچ پھسڈّی افراد خموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ہم متعجب ہو رہے تھے کہ اس کے بعد کیا واقعہ پیش آئے گا؟

"اور تم پر یہ حقیقت بھی واضح ہو جانی چاہیے کہ ہم لوگ پارٹی ممبر ہیں۔ اب تک شاید تمہیں معلوم نہ ہو کہ پارٹی ممبروں اور عوام میں بیّن فرق ہے۔ تمہیں یہ بات بھی یاد رکھنا ہو گی کہ جب تک تم پارٹی ممبر نہیں بن جاتے، تنظیمی انجمن میں تمہاری حیثیت صفر کے برابر ہے، تمہیں کوئی حقوق حاصل نہیں، حقوق صرف پارٹی ممبروں کے لئے ہیں۔ تم نے انقلاب کے لئے کیا کیا ہے؟ کہ معاوضے کی توقّع رکھو، کچھ بھی نہیں۔ اور ہم؟ ہم نے اپنی آدھی زندگیاں انقلاب کی خاطر قربان کر دی ہیں۔ میں تمہیں یہ بتا رہا ہوں؟ محض اِس لئے کہ تمہارے دلوں میں حقوق کے متعلق کسی قسم کے غلط تصوّرات جاگزین نہ ہوں۔ اگر تم حقوق حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہماری طرح کام کرو۔ تم اسی لئے تو یہاں آئے ہو کہ کام کرو اور وہ طریقے سیکھو جن سے تم اچھے پارٹی ممبر بن سکو۔ ایک دو سال میں تم لوگ پارٹی ممبر

بن کر وہ تمام حقوق حاصل کر لو گے جن کی تمہیں تمنّا ہے، میرا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے پُرانے سماجی اوضاع و اطوار میں اصلاح کر لو۔ اور مکمّل طور پر دوبارہ تعلیم و تربیت حاصل کر لو۔"

ہم عوام کے پانچ رجعت پسند افراد ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اس رات سے پیشتر سرکاری طور پر ہمیں "پارٹی ممبروں" اور "عوام" کے امتیاز سے رُوشناس نہیں کیا گیا تھا، اگرچہ کیمپ میں شامل ہونے سے پیشتر ہی مجھے اس کا علم تھا۔ لیکن آج رات ہی مجھے اس راز کا انکشاف ہوا تھا کہ میں بھی عوام میں سے ہوں، اور مجھے دوبارہ اصلاح اور تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے۔ میں اس سے از حد رنجیدہ اور برہم ہوا۔

ہمارے لیڈر نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "ممکن ہے تمہیں تعجب ہو کہ ہم نے اپنی آپ بیتیاں تمہارے سامنے کیوں نہیں پڑھیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں نے اس کام کو آج رات پر اُٹھا رکھا تھا۔ ہم سب انہیں پڑھ کر سُنائیں گے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ ہم نے انقلاب کی خاطر کیا کچھ کیا ہے؟ اگر تم ہماری زندگیوں کو نمونہ بنا لو تو تم لوگ انقلاب میں وقار حاصل کر لو گے۔ اور پھر اُس نے اپنی آپ بیتی ہمیں پڑھ کر سُنانی شروع کر دی، اس کے بعد دوسرے پارٹی ممبروں نے بھی باری باری اپنی سرگزشت حیات سُنائی۔

یہ کہانیاں اشتراکیوں کی بے اصولی اور طریقۂ کار کی واضح روئداد تھیں۔ ان میں ایک خاص طور پر دلچسپ تھی۔ اس میں بیان کیا گیا تھا کہ کس طرح متعلقہ سازشی کبھی طالب علم کے طور پر کام کرتا رہا۔ اور کبھی سوداگر کے طور پر۔ انجمنِ طلبہ سے اپنے تعلقات کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس نے پی پنگ یونیورسٹی کے احاطے میں کتابوں کی ایک چھوٹی سی دکان کھول لی۔ جس کا نام اُس نے "تمدّنی امداد باہمی" (Co-operative) رکھا۔ وہ صرف اشتراکی رسائل اور کتابیں فروخت کرتا رہا۔ اور یہ سودا اُسے پی پنگ کے اشتراکی مقبوضہ علاقہ سے مہیّا ہوتا رہتا جسے وہ "آزاد شدہ علاقہ" کے نام سے پکارتا تھا۔ یہ چھوٹی سی دکان طلبہ کی تحریکوں کا مرکز تھی، اور اسی مرکز کے ذریعے شمالی چین کی درس گاہوں کے اشتراکی زیرِ زمین کام کرنے والوں کا آپس میں رابطۂ اتحاد پیدا ہوتا رہتا تھا۔ چنگ کنگ (Chung King) کے مقام پر ہی وہ جنگ کے دوران میں تنظیمی انجمن میں شامل ہوا تھا۔ جب وہ پارٹی میں بطور امیدوار کے کام کر رہا تھا اُسے ہدایت ہوئی کہ وہ لن چیانگ مان (Lin Chiang Man) پر جو چنگ کنگ (Chung King) میں دریائے کے لنگ (Kailing) کے نزدیک ایک دروازے کا نام تھا) کچھ اشتہارات چسپاں کرے۔ یہاں قوم پرست پولیس اور فوجیوں کا ہمیشہ جمگھٹا رہتا تھا، ان اشتہارات پر جلی عنوان سے یہ الفاظ منقش

تھے۔ چیانگ کے شک (Chiang Kaishek) مُردہ باد" امریکن سامراج مُردہ باد" اپنی آپ بیتی میں اُس نے بیان کیا کہ اس وقت اُسے یہ خیال نہیں تھا کہ یہ کارنامہ اُس کے استقلال اور جُرات کی آزمائش کا معیار ثابت ہوگا، جاسوسوں کے حلقہ کے تمام ممبروں کو اسی آزمائش سے گزرنا پڑتا تھا۔ اس آزمائش میں کامیاب ہونے کے بعد اس کی اصلی زیر زمین زندگی شروع ہوئی۔

پارٹی ممبروں کی آپ بیتیاں سُن کر ہم پانچوں عوامی خاموش بیٹھے رہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے پانچ غیر پارٹی ساتھیوں نے ان سے کیا سبق حاصل کیا۔ لیکن اس شام کا یہ جلسہ میرے لئے حیرت انگیز انکشافات کا حامل تھا اب مجھ پر اُس خفیہ جدوجہد کا مفہوم واضح ہونے لگا۔ جو موجودہ "حکمران" پچھلے بیس برس سے کر رہے تھے۔ اور مجھے از حد پشیمانی ہوئی کہ میں نے ان اطلاعات کو جو قوم پرست حکومت نے اشتراکیوں کے متعلق لوگوں کو بہم پہنچائی تھیں کیوں شک و شبہ کی نظروں سے دیکھا تھا۔ اوّل اوّل یونیورسٹیوں میں جاسُوسوں کے طور پر اب اس کیمپ میں سازشیوں کی حیثیت سے، میرے گروپ کے پارٹی ممبروں نے اپنے فرائض نہایت عمدہ طور پر سرانجام دئے تھے۔ انقلاب کے لئے خفیہ جدوجہد میں اپنے کارہائے نمایاں پر بجا طور سے نازاں، وہ محسوس کرنے لگے تھے کہ

اب وقت آگیا ہے کہ وہ اپنے جذبات کا اظہار کھلے طور پر کر سکیں، اب وقت آگیا ہے کہ دُنیا اپنا سرِ نیاز ان کے قدموں پر خم کر دے۔ کیونکہ اب ان کے کام و دہن کامیابی کی چاشنی سے آشنا ہو چکے تھے۔ مَیں نے اُن کی طرف دیکھا، اور مجھے خیال آیا کہ یہ چھ افراد بھی پارٹی کے ان لاتعداد ممبروں میں شامل تھے جنہوں نے چین بھر میں اپنی خفیہ تحریکوں کا جال مدّتوں سے بچھا رکھا تھا، اسی لئے آخری شکست و تباہی یک لخت آگئی۔

دوسرے دن اعلیٰ طبقہ کے افسروں کو پتہ چل گیا کہ کل شام ہمارے چھوٹے گروپ کے لیڈر نے کیا حرکت کی تھی، ایک مسلّمہ ضابطہ کے ماتحت پارٹی ممبروں کی آپ بیتیوں پر کھلے بندوں غور و فکر صرف تنظیمی انجمن کے حلقوں ہی میں ہو سکتا تھا، اور جن لوگوں کے روابط پارٹی کے ساتھ طویل عرصے سے قائم تھے، ان کے سوانح حیات کا علم عوام کو مطلق نہ ہونا چاہیئے تھا ہمارے پارٹی لیڈر کی اس حرکت پر شدید نکتہ چینی کی گئی۔ اور اُس کے اس رویّہ کو تنظیمی انجمن کی نظروں میں غیر انضباطی تصوّر کیا گیا۔ اعلےٰ طبقہ کے افسروں نے اس معاملے کو دبانے کی کوشش کی۔ لیکن راز فاش ہو گیا اور یہ خبر آگ کی طرح تمام کیمپ میں پھیل گئی۔ شام تک عوام کو پتہ چل گیا کہ ان میں اور پارٹی ممبروں میں امتیاز روا رکھا گیا ہے۔ اخفائے راز کے متعلّق ایک ضابطہ موجود ہے اور ہمارے چھوٹے گروپ کے لیڈر کو سرزنش کی گئی ہے۔

اب جو عوام اِس راز سے آشنا ہو گئے تو پارٹی ممبران سے مکمل طور پر نفرت کا اظہار کرنے لگے اور کھلے بندوں ان رعایتوں سے استفادہ کرنے لگے جو عوام کو حاصل نہیں تھیں۔ عوام اب ان اشخاص پر معترض ہونے لگے جنہوں نے انقلاب میں کارہائے نمایاں سر انجام دیئے تھے۔ دونوں جماعتوں میں کشاکش بڑھ گئی اور تھوڑے سے ہی عرصہ میں یگانگت کا جذبہ کُلّی طور پر مفقود ہو گیا۔

بعد میں مجھے پتہ چلا کہ یہ صورت حالات صرف ہمارے کیمپ ہی میں محدود نہ تھی۔ بلکہ پی پنگ کی تمام یونیورسٹیوں، کارخانوں اور دفتروں میں پھیلنے لگی تھی۔ مجھے میرے ایک دوست نے بتایا کہ پیکنگ یونیورسٹی میں بیچارے ایک طالب کے لئے یہ بات اس قدر ناقابلِ برداشت ہو گئی کہ نتائج سے بے پرواہ ہو کر وہ ایک جلسے میں چیخ اُٹھا کہ "تم پارٹی ممبر ہمیں تنہا چھوڑ کر اسکول سے نکل کیوں نہیں جاتے" اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس پر قوم پرست جاسوس ہونے کا ناقابلِ معافی الزام لگایا گیا۔ کیونکہ وہ "بحث و مباحثہ کی اس تمدّنی آزادی کو صحیح طور پر نہ سمجھ سکا تھا۔ اس سے تھوڑے ہی عرصے کے بعد اُسے قتل کر دیا گیا۔

ہمارے کیمپ میں پارٹی ممبروں اور عوام پر تادیبی کاروائی کرنے کے بعد یہ کشاکش ایک حد تک دُور ہو گئی۔ لیکن اختلافات کی گرجتی ہوئی گھٹاؤں کا یہ زور شور بڑی دیر کے بعد کم ہُوا۔ اور احساس کمتری کا یہ زہر جو

غیر حقوق یافتہ عوام کے دلوں میں پھیل گیا تھا، اس کا اثر بڑی دیر کے بعد زائل ہوا۔

دوسرا باب

غور و فکر کے طریقے

افراتفری کا زمانہ آگیا ہے، سُرخ حکومت کے ماتحت چین کی
پانچ ہزار سالہ تاریخ از سرِ نو مرتّب کی جا رہی ہے۔ نئے حکمران اس کام
میں اتنی ہی جدّ و جہد سے مصروف ہیں جتنی جدّ و جہد سے دیوار اعظم چین
تعمیر کی گئی تھی۔ ان کی مرتّب کردہ تاریخ میں راہزن اور ڈاکو جو حکمران خاندانوں
سے برسرِ پیکار تھے۔ قطع نظر اس بات سے کہ وہ اچھے تھے یا بُرے جمہور
کے رہنما تصوّر کئے جا رہے ہیں۔ موجودہ طرز تمدّن کو نئے سانچوں میں ڈھالا
جا رہا ہے۔ کیمپ کی ایک مہینے کی تربیت سے مجھے یہ بات اچھی طرح ذہن
نشین ہو گئی تھی کہ جس کمبل کو میں تین سال سے زیادہ عرصہ تک اوڑھے

رہا تھا۔ "وہ جمہور کا کمبل" تھا۔ اور جس لباس میں مَیں دو سال سے ملبوس تھا "وہ جمہور کا لباس" تھا۔ مجھے یہ بھی احساس ہو گیا کہ تفریح کے تصوّرات بھی کچھ ناممکن الحصول سے ہو گئے ہیں۔

ایک شام ہمیں کھیل دیکھنے کے لئے مدعو کیا گیا جس کا انتظام خاص طور پر کیا گیا تھا۔ جب تھیٹر کا پردہ اُٹھا تو سٹیج پر بارہ سپاہی نمودار ہوئے جو اپنے چہروں پر غازے کی گہری تہ جمائے اور اپنے ہاتھوں میں بندوقیں اور سنگینیں اُٹھائے ہوئے تھے۔ مختلف قسم کی فوجی قواعد کا مظاہرہ کرنے کے بعد وہ تماشائیوں کے سامنے خط منحنی کی صورت میں کھڑے ہو گئے۔ جب سپاہی سرجنٹ کے چند جملوں کا جواب متواتر اثبات میں دے چکے تو ایک سپاہی کمیسار کو تقریر کرنے کے لئے اسٹیج پر مدعو کیا گیا۔ اُس کی تقریر کوئی پینتیس منٹ تک جاری رہی۔ وہ بار بار ایک ہی بات پر زور دیتا رہا کہ اب صورت حال اس قدر تکمیل کو پہنچ چکی ہے کہ ہم جنوب کی طرف بڑھنے کے لئے بالکل تیار ہیں۔ جب اُس کی تقریر ختم ہوئی تو نہ صرف سپاہیوں نے بلکہ تماشائیوں نے بھی تالیاں بجا بجا کر اُسے داد دی۔ پردہ گر گیا۔ اس کے بعد پروگرام کا پہلا حصّہ ختم ہو گیا۔

سامعین نے دوسرے حصّے کو زیادہ پسند کیا۔ کیونکہ اب ایک ایکٹرس بھی شامل ہو گئی تھی۔ کھیل ایک سپاہی خاتون کے متعلّق تھا۔ جو

لینن کی فوجی وردی میں ملبوس اپنے عاشق کے لئے جائے مقررہ پر آئی تھی عاشق بیچارہ ایک شاعر تھا جو پارٹی کے ممبروں میں شامل نہیں تھا۔ بیس پچیس منٹ کی پُرجوش عاشقانہ گفتگو کے بعد جذبات سے وارفتہ ہو کر اُس نے اپنے عاشق کو کئی بار بوسے دیئے۔ پھر اچانک دو قدم پیچھے ہٹی۔ بندوق نکالی اور اُسے گولی مار دی۔ تنظیمی انجمن کی طاقت اور اس کے ممبروں کی بلند سیرتی کے اس باوقعت اظہار کے بعد پردہ گرا دیا گیا۔ اس قاعدے کی وضاحت پر کہ پارٹی ممبروں کو صرف تنظیمی انجمن کے دائرے ہی میں شادیاں کرنا چاہیئے۔ واہ واہ کا شور مچ گیا۔ یہ اکتالیسواں شخص تھا جسے اس خاتون نے موت کی راہ دکھائی تھی۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے ذاتی جذبات اس پُرجوش عقیدت کے راستے میں حائل ہوں جو اُسے اپنی پارٹی سے تھی۔ اسی وجہ سے اس کھیل کا نام "اکتالیسواں" رکھا گیا تھا۔

پروگرام جاری تھا کہ پارٹی کے پرانے ممبروں میں سے ایک "اخراجِ ریح" کے متعلق ایک کہانی بیان کی۔ کہانی کی تفصیلات تو مجھے یاد نہیں لیکن وہ ختم اس بات پر ہوتی تھی کہ جاگیردار کا اخراجِ ریح تو نہایت بدبودار ہوتا ہے لیکن کسان کا خوشبودار، مَیں نے یہ الفاظ دہرا تو دیئے ہیں۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ قارئین اسے میری پست مذاقی پر محمول سمجھیں گے۔ اگر یہ کہانی

میں نے اپنے کانوں سے نہ سُنی ہوتی اور اگر بعد میں اس مسئلہ پر ایک عظیم الشان مناظرہ کی بنیاد نہ رکھی گئی ہوتی تو میں اِس کا ذکر تک نہ کرتا۔

یہ خاص کھیل بھی "غور و فکر" کے مختلف طریقوں کے ضمن میں شمار کیا گیا اس لئے پروگرام کے ختم ہوتے ہی سٹیج ایکٹروں اور تماشائیوں کے درمیان ایک محفل مباحثہ منعقد ہوئی۔ اِس مباحثہ کے دوران میں کسی شخص نے جو عوام میں سے تھا اخراجِ ریح کی کہانی کے متعلق اشارۃً ذکر کیا۔ اور کہا کہ یہ کہانی ازحد بازاری اور پست مذاق کی حامل تھی۔ یہ تنقید معمولی اور مختصر سی تھی۔ لیکن پارٹی ممبروں اور سازشیوں پر اس کا ردِ عمل بہت سخت ہوا۔ اِن میں سے ایک کہنے لگا کہ اس شخص کی رائے جاگیرداری کے پُرانے تصوّرات پر مبنی ہے۔ کیونکہ کہانی میں جس بدمذاقی اور بازاری پن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس کا وہی جزو تو غیر املاکی طبقے کے لئے بہترین تفریح کا باعث ہو سکتا ہے۔

دوسرے صاحب بولے "آج سے ہمیں بدمذاقی کا ایک نیا اندازہ کرنا ہوگا۔"

تیسرے نے کہا، یہ بات کہ جاگیردار کا اخراجِ ریح بدبُودار اور کسان کا اخراجِ ریح خوشبودار تھا ایک صحیح طبقاتی تصوّر پیش کرتا ہے اور اِسے ہمیں اِس بے دردی سے رد نہیں کرنا چاہیے۔"

چوتھے صاحب کی طرف سے اشارہ ہوا " مزدور اور کسان کے متعلق غور و فکر ایک کھوکھلا نعرہ نہیں ہے۔ ہمیں کسان اور مزدور کی طرف سے نا ملائم الفاظ کا استعمال صرف ان کی طبقاتی بولی کا اظہار ہے۔ اور ہمیں بھی اس سے واقفیت بہم پہنچانی چاہیئے "

پانچویں شخص نے کہا کہ تعلیم یافتہ شخص کے لئے سفلہ پن اختیار کر لینا انقلابی آزمائش میں ہونے کے مترادف ہے۔

ایک اور صاحب نے لوسین[1] (Luhsin) کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اُس نے ٹاماہ تی[2] (Tamahti) کے جملے کو عوامی بولی کی ایک مثال کے طور پر پیش کیا ہے۔ اور لوسین (Luhsin) کا یہ بیان اس مبیّنہ بد مذاقی کو عام کرنے کے لئے بہترین سفارش ہونی چاہیئے۔

اس رائے سے اتّفاق کرتے ہوئے ایک اور شخص نے کہا کہ لوسین (Luhsin) نے اس جملے سے کچھ الفاظ مبیّنہ خوش مذاقی کے نام

---

[1] لوسین (LU HSIN) پچھلے بیس سالوں میں چین کے ممتاز مصنفوں میں سے ایک تھا۔ وہ پارٹی ممبر تو نہیں تھا لیکن پھر بھی اس کے خیالات اشتراکی تھے۔ اس طرح اُس نے تنظیمی انجمن میں بہت عزت حاصل کر لی۔ اس کی کچھ تصنیفات ایڈگر سنو (Edgar Snow) نے انگریزی میں ترجمہ کر دی ہیں۔

[2] فحش الفاظ۔

کے نام پر خارج کر دئے ہیں۔ لیکن ہم انقلابیوں کو ان الفاظ کو جنہیں بد مذاقی پر دال سمجھا گیا ہے ڈر کر ترک نہیں کر دینا چاہیئے۔ اور پھر اُس نے تمام جملے کو دُہرایا۔ تاکہ ہمارے پُرانے سماج کے شیدائی کان انہیں علانیہ طور پر سُننے کے عادی ہو جائیں۔

خاتون کمیسار نے جس کے سپُرد کیمپ کا انتظام تھا۔ آخر کار اِس ارشاد سے مباحثے کو ختم کیا کہ بازاری پن کا یہ نیا معیار واضح طور پر دُرست ہے۔

اس دن کے بعد Tamahti i T کا جملہ بھی کیمپ میں اتنی ہی کثرت سے استعمال ہونے لگا جتنی کثرت سے "عوام" کا لفظ، خاتون کامریڈیں جو پہلے اس قسم کے سوقیانہ الفاظ کو سُن کر اپنا سر شرم سے جھکا لیا کرتی تھیں، اب خاص طور پر انہیں اپنے ہر جُملے میں استعمال کرنے لگیں۔ کیمپ میں فحش کلامی اس قدر بڑھ گئی اور ہر پارٹی ممبر اپنے ہر جملے کے شروع اور اخیر میں Tamahti i T کے الفاظ کو اسں کثرت سے استعمال کرنے لگا کہ یہ بات میرے لئے سُوہانِ روح ہو گئی۔ اور میں کچھ دن کے بعد ہی اس کا عادی بن سکا۔ یہ تھا نتیجہ ہمارے فکر و غور کا۔

اِس کیمپ میں شامل ہوئے ہمیں ایک مہینے سے زیادہ عرصہ گزر گیا تھا

لیکن ہم ابھی تک "غور و فکر" کے طریقوں کی تحصیل میں مشغول تھے۔ ہمیں بتایا گیا کہ تعلیم یافتہ اشخاص کو اس معاملہ میں بڑی مغز ماری کرنا پڑتی ہے لیکن اگر ہم غیر املاکی طبقہ کے افراد، کسان یا مزدور ہوتے تو اپنی خداداد ذہانت کی مدد سے انہیں بغیر کسی اُستاد کی رہنمائی کے بڑی آسانی سے سیکھ لیتے۔ تعلیم یافتہ اشخاص اگر کیمپ میں شامل ہونا چاہتے تھے تو انہیں ایک سال سے لے کر تین سال تک کا عرصہ تیاری میں بسر کرنا پڑتا تھا لیکن مزدوروں اور کسانوں کے لئے تین ماہ سے چھ ماہ تک کی مدّت کافی تصوّر کی جاتی تھی۔ اگر ہم میں سے کوئی جاہل "مزدور ہیرو" یا "کسان ہیرو" ہوتا تو اُسے فوراً ہی پارٹی کا ممبر بنالیا جاتا تھا۔

اس لئے ہم میں سے سب سے زیادہ خوش قسمت یا تو تین باورچی تھے جو معماری اور آہن گری کا کام کرتے رہے تھے یا خاتون کمسیار کی دو محافظ عورتیں جو کاشتکار طبقے سے تعلّق رکھتی تھیں۔ سارے کا سارا کیمپ ان سے سبق لینے کے لئے جاتا تھا اور ان کی انتہائی عزّت کی جاتی تھی۔ کیونکہ وہ غیر املاکی طبقے کی افراد تھیں۔ وال بلیٹین (سرکاری اطلاعات جو دیوار پر چسپاں کی جاتی تھیں) کا ایک خاص ایڈیشن شائع کیا گیا جس کا موضوع "غیر املاکی طبقے سے سیکھو" تھا۔ اس میں خاص طور پر درج تھا۔ (جسے پڑھ کر ہم میں سے کئی شخص محظوظ ہوئے) کہ کسان محافظ عورتیں کس طرح

"غیر املاکی طبقے کے پُر خلوص جذبات کے ساتھ" خاتون کمسیار کی حفاظت کرتی تھیں۔ اور باورچی کس قابل قدر "طبقاتی محبت" کے جذبے سے لکڑیاں کاٹتے اور اپنے "مقررہ" فرائض کو ادا کرتے تھے۔ بلیٹین کے اگلے نمبر میں "محنت کش اور لائق توصیف باورچی کامریڈوں کی دلدہی کے لئے ایک تحریک جاری کی گئی۔ محض تعریف و ستائش کو ناکافی سمجھتے ہوئے سازشیوں نے اس آواز پر لبیک کہی اور ہمیں اس بات پر آمادہ کر لیا کہ ہم انہیں کچھ نہ کچھ تحفے کے طور پر پیش کریں۔ بس ہم میں سے کسی نے کمبل کسی نے تولئے، کسی نے قلمیں، گھڑیاں اور انگوٹھیاں نذر کیں۔ خوش قسمتی سے ہمیں اپنی ترقی پسندی اور وسعت خیالی کے ثبوت دینے کا موقع ملا تھا۔ اور ہم میں سے کوئی بھی اُسے ضائع کرنا نہ چاہتا تھا۔ نذرِ تحائف کے موقع پر باورچیوں نے ایک مارچنگ گیت گا کر سُنایا۔ اور پھر کتوں کے بھونکنے کی نقل کی۔ اِس سے پہلے باورچیوں نے کبھی بھی ہماری تفریح کا سامان بہم نہ پہنچایا تھا۔ "غیر املاکی طبقے سے سبق لینے کی عظیم الشان تحریک" کے خاتمہ پر "دلدہی کی رسم" باقاعدہ طور پر ادا کی گئی۔ جس میں ہر چھوٹے گروپ کے نمائندے نے اپنے تحائف پیش کئے۔ تینوں باورچیوں کو جن کی آنکھیں دھوئیں سے خراب ہو گئی تھیں خواب میں بھی اس قسم کے فوائد نصیب نہ ہوئے تھے رسم ادا ہو چکی تو وہ پھر آگ کی آنچ اور دھوئیں کی دم گھونٹنے والی فضا میں

اپنے بے لطف فرائض کی تکمیل میں مصروف ہو گئے۔ اور اس کے بعد کسی کی زبان پر ان کا ذکر تک نہ آیا۔ لیکن مجھے مسرّت تھی کہ انہیں اپنی اس خدمت کے عوض میں جس کی کوئی قدر نہیں غیر متوقع طور پر کچھ کارآمد تحائف مل گئے۔

باورچیوں کا یہ معاملہ اب تک بھی غور و فکر کے طریقوں میں سے ایک طریقہ متصوّر ہوتا تھا۔ لیکن دوسری صبح ہمارے نائب کمانڈر نے اعلان کیا کہ ہمیں مارکس۔لینن نظریے کا پہلا سبق پڑھایا جائے گا۔ سہ پہر کے وقت بڑی جماعت میں شامل ہونے کے لئے جب میں اپنے چھوٹے گروپ کے ساتھ قدم اٹھاتا روانہ ہؤا تو میرا دل مسرّت کے جذبات سے لبریز تھا۔ مَیں اپنے آپ کو تیاّر کر رہا تھا کہ اِس نظریے کا پہلا سبق ہمہ تن گوش ہو کر سنوں۔ لیکن وہاں پہنچ کر مجھے از حد مایوسی ہوئی۔ نائب کمانڈر نے اپنے وقت کا دو تہائی حصّہ اس تعریف و ستائش میں صرف کر دیا کہ ہم نے غور و فکر کے طریقوں کی تحصیل میں انتہائی ترقّی پسندی کا ثبوت دیا تھا۔ اِس سے پہلے وہ تعلیم یافتہ طبقے کا ہمیشہ مذاق اُڑاتا اور سمجھاتا رہتا تھا کہ اگر ہم کچھ سیکھنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں غیر املا کی جاہل طبقے کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اب اس کا خیال تھا کہ تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے ہماری صلاحیّتیں افضل و اعلیٰ تھیں اور ہم از حد آسانی کے ساتھ ترقّی

پسندانہ خیالات کو جذب کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ اُس نے یہ بھی کہا کہ ترقی پسندانہ خیالات کی تحصیل ایک صحیح ترقی پسند کی زندگی کا صرف ایک جزو ہے۔ دُوسرا اہم جُزو یہ ہے کہ ہم ان ترقی پسندانہ خیالات کو ترقی پسندانہ افعال کی وساطت سے اپنی زندگی کے لئے ناگزیر بنالیں۔

بہت عرصہ تک ٹامک ٹوئیاں مارنے کے بعد آخر کار وہ زیرِ بحث مسئلہ پر آیا اور کہنے لگا کہ "ایک خاص صورتِ حال" پر قابُو پالینے کے لئے ترقی پسندانہ عمل کی ضرورت ہے، صورتِ حال یہ ہے کہ کیمپ میں ممبروں کی تعداد کافی نہیں تھی۔ ہم نے ہر ممکن طریقے سے لوگوں کو کیمپ میں شامل ہونے پر آمادہ کیا ہے، مثلاً پبلک اشتہارات کی بجائے سرکاری اخبارات میں جلی عنوانوں سے اس ضرورت کو مشتہر کیا۔ لوگوں کو پھسلانے کے لئے اعلیٰ عہدے اور بڑی بڑی تنخواہیں پیش کیں۔ شورش پسندوں کے ذریعہ سے لوگوں کو دفتروں اور اسکولوں سے بھرتی کرنے کی کوشش کی لیکن خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ یہ صورتِ حال درحقیقت بڑی افسوسناک ہے۔ اس لئے مَیں ایک بالکل نئی تجویز پیش کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ کیمپ کے چار ہزار سے زیادہ ممبروں میں سے اگر ہر ایک اپنے چند دوستوں، عزیزوں، اسکولوں کے پُرانے ساتھیوں یا دفتروں میں سے اپنے شناساؤں کو کیمپ میں شامل ہونے پر آمادہ کر سکے تو ممبروں

کی تعداد میں اتنا اضافہ ہو سکتا ہے کہ ہمیں نصب العین کے حصول میں نمایاں کامیابی حاصل ہو جائے گی۔" میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟" اُس نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے پُوچھا۔ اس قابلِ احترام فرض کو بجالانے کے لئے ہمیں ایک دن کی چھُٹی کا وعدہ کیا گیا۔ یہ ایک ایسی مسرّت تھی۔ جس سے ہم اب تک لطف اندوز نہ ہو سکے تھے۔ تقریر کے آخر میں نائب کمانڈر نے اِس بات پر خاص طور سے زور دیا کہ "یہ نہ صرف جمہُور کی خدمت کا ارفع طریقہ ہے۔ بلکہ مارکس۔لینن نظریے کا پہلا سبق بھی ہے"۔

اِس پہلے سبق اور چھُٹی کے جو نتائج برآمد ہوئے وہ اِس قدر شاندار نہ تھے۔ اعلیٰ طبقے کی توقّع کے خلاف، ہم متوقّع تعداد سے صرف ایک تہائی ممبر بھرتی کرنے میں کامیاب ہو سکے اور ان میں سے بھی کئی ایک مسترد کر دیئے گئے۔ کیونکہ بھرتی کرنے والوں میں سے کچھ لوگ فرطِ اشتیاق میں اپنی بوڑھی خادماؤں، مدّت کی بیوہ شدہ سالیوں، نابالغ چھوٹے بھائیوں اور جاہل ہمسائیوں کو جمع کر لائے تھے۔ جہاں تک میرا تعلق تھا میں نے مارکس لینن نظریے کے پہلے سبق کے امتحان میں بالکل خالی پرچہ پیش کر دیا تھا کیونکہ اِس کے سوا اور کوئی چارہ کار ہی نہ تھا۔

ایک شام میں ایک جلسے میں شریک تھا کہ دربان کامریڈ نے اطلاع دی کہ ایک صاحب مجھے ملنے کے لئے آئے ہیں۔ اور وہ ایک طویل المیعاد

کامریڈ معلوم ہوتے ہیں۔ کیمپ میں کسی پارٹی ممبر سے شناسائی موجب تکریم سمجھی جاتی تھی، اس لئے ہمارے گروپ لیڈر نے احترام کی نظروں سے اچانک مجھے دیکھا اور باہر جانے کی اجازت دے دی۔ میں تیز قدم اُٹھاتا دروازے کی طرف بڑھا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ ایک لمبے بالوں اور مختصر سی داڑھی والا شخص، بوجھل اُونی لباس میں ملبوس میری طرف آیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

"کیا تم مجھے بھول گئے ہو؟" اُس نے کہا۔ "مجھے اُمید ہے کہ اس داڑھی نے تمہیں دھوکا نہ دیا ہوگا" ایک لمحہ کے لئے اُس کی آنکھوں میں مسکراہٹ ناچنے لگی اور میں نے پہچان لیا کہ وہ ہائی اسکول کا میرا ایک پُرانا بے تکلّف دوست ہے۔ ہم دونوں نے چار سال ایک ہی کمرے میں بسر کئے تھے پُرانی یادیں سیلاب کی طرح سے اُٹھیں اور میں نے اُس کے ہاتھ کو مضبوطی سے گرفت میں لے لیا۔

"بھلے آدمی" میں مسرورانہ انداز سے چلّایا۔ "تمہیں دوبارہ مِلنا کسقدر خوشگوار ہے۔ تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں۔ تم اس کہاوت سے تو واقف ہو گے کہ ایک حقیقی یا سچّا اشتراکی اپنی دادی امّاں کو بھی خوش آمدید نہیں کہتا۔ اور تم ایک پُرانے ہم مکتب سے مِلنے کے لئے آ گئے ہو۔"

ہنسی کی جھلک اس کی آنکھوں سے غائب ہو گئی۔ "ان باتوں کو مذاق

میں نہ اُڑاؤ۔ میرے دوست!" وہ کہنے لگا:" تمہاری یہ ظرافت کہیں اذیت کا باعث نہ بن جائے؟" "پارٹی کے تکلفات کو تو ایک طرف رکھو" میں نے اُسے سر سے لے کر پاؤں تک گھورتے ہوئے کہا" تم فوج میں کب شامل ہوئے تھے؟"

"۱۳ اگست ۱۹۳۷ء کو جاپانیوں کے شنگھائی پر حملہ کے بعد Supei سُوپی گیا اور پارٹی کی گوریلا فوجی دستوں میں شامل ہو گیا۔ کل مجھے خبر ملی کہ تم یہاں ہو اور ابتدائی تربیت میں تم نے بخوبی ترقی کر لی ہے۔ اس لئے میں تمہیں مبارکباد دینے کے لئے حاضر ہو گیا ہوں۔"

"عزیز دوست! ان باتوں سے میرا مذاق نہ اڑاؤ" میں نے اس کے لہجے کی نقل کرتے ہوئے کہا" میں ابھی تک کچھ بھی نہیں سیکھ سکا۔ اس لئے مبارکباد کی مجھے چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن اگر سیکھنے کا مطلب متابعت سے ہے۔ تو اس میں میں نے کافی ترقی کر لی ہے۔"

"تم اپنی پرانی مذاق کی عادت سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

"اس سے رہائی حاصل کرنا، میری بات توجہ سے سنو۔ اگر میں اس پاگل پن کی ساخت کا دل میں مذاق اُڑانا چھوڑ دوں۔ تو دُوسروں کے ساتھ خود بھی پاگل ہو جاؤں۔ یہی تو ایک بات ہے جو اس چوہے کے بل میں مجھے زندہ رکھے ہوئے ہے۔"

تعلیم یافتہ اشخاص کو اصلاح سے پہلے مصائب کے ایک لمبے سلسلے میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ شروع شروع میں مَیں تم سے بھی زیادہ مصیبت میں مبتلا تھا۔"

"اور اب تمہارا کیا حال ہے؟"

اُس نے اپنے کندھوں کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔ "بارہ سال کی مشقتوں کے بعد میں اس کا کچھ عادی ہو چکا ہوں۔"

ہم باہر نکل کر پتھر کے زینوں پر بیٹھ گئے۔ مَیں نے امریکن سگرٹوں کی ڈبیہ نکالی جو مجھے وداعی تحفہ کے طور پہ میرے ایک پُرانے رفیق نے پیش کی تھی۔ میں نے اُسے ایک سگرٹ دیا۔ بہت متعجّب ہوا اور سگرٹ کو ہاتھ میں لیتے ہوئے بولا۔ "یہ انقلاب کس نوعیت کا ہے؟ تم اب تک اچھی قسم کے سگرٹ استعمال کر رہے ہو۔"

"تعریفی الفاظ کے استعمال میں احتیاط برتو، میرے دوست!" میں نے جواب دیا۔ "تمہیں پارٹی کا ممبر بنے بارہ سال ہو گئے ہیں اور تم پھر بھی نہیں جانتے کہ امریکن سامراج کی تیار کی ہوئی چیزیں کسی کام کی نہیں۔"

میری اُچٹتی ہوئی نظروں سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ اپنی جیبوں میں دیاسلائی کی تلاش کرنے لگا۔ میں نے اپنی دیاسلائی سے اُس کے سگرٹ کو جلایا اور کہا۔ "انقلاب میں شامل ہوئے ہمیں کچھ زیادہ عرصہ

نہیں گزرا۔ اور اس لئے ہم اب تک تم سے کہیں زیادہ امیر ہیں، اگر تم بُرا نہ مناؤ تو میں تمہیں جتاؤں کہ پُرانے سماج میں ابھی تک میرا کچھ اندوختہ موجُود ہے۔"

میرے دوست نے دیا سلائی کے شعلے کے اُوپر سے نگاہ کی۔ مجھے معلوم ہُوا کہ اس کی آنکھوں کے نیچے اور منہ کے گرد کچھ جھُریاں سی پڑ گئی ہیں۔ اُس کی آنکھوں میں زندگی کی جھلک درماندہ اور بُجھی بُجھی معلُوم ہوتی تھی۔ اُس نے کہا "تم دراصل اس پُرانی کہاوت کو ثابت کر رہے ہو کہ انسانی سرشت مشکل سے بدلتی ہے۔ تمہاری چھبتی ہوئی ظرافت چھوٹے املاکی طبقے سے مخصُوص معلوم ہوتی ہے۔ ہے نا؟"

"خوُب! لیکن تمہیں مجھ سے کہیں زیادہ اس بات کا علم ہونا چاہیئے کہ مادّہ پرستوں کے قول کے مطابق انسانی سرشت بڑی آسانی سے بدل سکتی ہے۔ لیکن مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ بارہ برس کے غور و فکر کے بعد بھی تمہارے خیالات ابھی تک دُرست نہیں ہوئے۔"

"خوُب!" وہ مُسکرا دیا۔ "مَیں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ تمہارا غور و فکر اکارت نہیں گیا۔"

مَیں اپنے لہجے کو تبدیل کرتے ہوئے بولا۔ "پارٹی اصطلاحات کو بالائے طاق رکھ دو۔ آؤ، اب ہم تھوڑی دیر کے لئے اس طرح باتیں کریں جیسے

دو پرانے دوست جو مدّت کے بعد ملے ہوں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ کیمپ میں میرے لئے اتنے مسائل موجود ہیں کہ میں دل کھول کر ان کے متعلق تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم صحیح صورت اور حقیقی تاثرات سے مجھے آگاہ کرو گے۔" "صحیح صورت حالات؟ حقیقی تاثرات؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ ایک پارٹی ممبر وہی الفاظ استعمال کرتا ہے جو سرکاری دستاویزوں اور اطلاع ناموں میں استعمال ہوتے ہیں، اور مجھے کبھی یقین نہیں آتا کہ یہ اس کے صحیح جذبات ہیں۔"

"یہ ضروری نہیں کہ حقیقی جذبات صحیح جذبات بھی ہوں۔"

"ہاں ہاں! مجھے معلوم ہے۔" "صحیح" جذبات۔" "صحیح طریقہائے عمل "صحیح" یہ اور "صحیح" وہ۔ لیکن تمہیں بھی علم ہے اور مجھے بھی۔ لیکن میرا مطلب یہ ہے کہ ایک مخلص دوست کی طرح کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ کیا اب بھی تمہارے دل میں غیر صحیح جذبات موجود ہیں؟"

اُس نے کچھ دیر توقف کیا اور پھر اپنی نگاہیں دوسری طرف پھیر لیں "ہاں! ایسے جذبات میرے دل میں ضرور موجود ہیں" اُس نے کہا "لیکن یہ میری ذاتی کمزوریوں پر مبنی ہیں۔ اور میں انہیں ہمیشہ دبائے رکھتا ہوں۔ ایک تعلیم یافتہ شخص کی اصلاح کرنے میں عموماً زندگی بیت جاتی ہے۔"

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ غیر صحیح چیزیں ہی آدمی کو انسانیت کا درس

دیتی ہیں ؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ہم ان چند صحیح جذبات کو جو ابھی تک ہمارے دل میں موجود ہیں، کُچل کر رکھ دیں تو ہم انسانیت کو خیرباد کہہ دیں گے۔"

اُس نے کچھ دیر تو تامّل کیا، پھر میری نگاہوں سے بچتے ہوئے سگرٹ کی راکھ جھاڑی اور کہا "جس طرح تم صورت حال کو پیش کر رہے ہو صحیح نہیں۔"

ایک دفعہ مَیں نے خاتون کمیسار سے چینی سوویٹ عہد نامے کے متعلق بحث کرتے ہوئے کہا تھا "آپ خواہ کسی زاویۂ نگاہ سے اس کی تصریح کریں۔ یہ معاہدہ چینی جمہور کے خلاف سوویٹ یونین کا ایک جارحانہ فعل ہے"۔ ان الفاظ سے گویا مَیں نے اُس کے جسم کے اندر کسی بٹن کو دبا دیا تھا۔ اُس نے ایک مشین کی طرح بے سوچے سمجھے جواب دیا۔ "جس طرح تم صورت حالات کو پیش کر رہے ہو اُسے صحیح تصوّر نہیں کہا جا سکتا۔ اب اس نظریے کی مزید تشریح کرنا میرے لئے ناممکن سا ہو گیا۔ اُس نے یہ بات ماننے سے قطعی انکار کر دیا تھا کہ سوویٹ یونین بھی کبھی اپنی نیّت اور فعل میں جارحانہ رویّہ کی مرتکب ہو سکتی ہے۔

اب ہم ایسے زمانے میں زندگی بسر کر رہے ہیں جب حقائق کو اُن کے اصلی رنگ میں تسلیم نہیں کیا جاتا ہے۔ لیڈروں کے فرمان جو اُن کے ذاتی رجحانات پر مبنی ہوتے ہیں۔ اُنہیں ہی حقیقت تصوّر کر لیا جاتا ہے۔ اِس

بات کا فیصلہ کہ کہیں حقیقت بھی موجود ہے یا نہیں، اُن کے ذاتی قیاسات پر منحصر ہوتا ہے۔ اگر ہم ان لیڈروں یا تنظیمی انجمن سے کوئی پیچیدہ سوال کر بیٹھیں تو وہ اس مسئلہ کے وجود ہی سے منکر ہو جاتے ہیں اور ہمارے سوال کو غیر متعلق سمجھ لیا جاتا ہے۔

ایک دوسرا گھڑا گھڑایا جواب اُن کے پاس یہ ہوتا ہے کہ "معاملہ کسی اور ہی نوع کا ہے"۔

مسٹر ائے چین (Aichin) جو کسی زمانے میں شاعر تھے اور اب نئے نظام حکومت میں اعلیٰ طبقے کی ایک اہم شخصیت متصوّر ہوتے ہیں۔ سنگ ہوا یونیورسٹی (Tsing Hua University) میں کسی نے ان کے لیکچر کے دوران میں پوچھا کہ جب قومیت پسند برسر اقتدار تھے تو اشتراکیوں نے خانہ جنگی کے خلاف تحریک منضبط کی تھی۔ لیکن اب پارٹی اسی خانہ جنگی کی توسیع کے لئے نشر و اشاعت کا کام کر رہی ہے اور جنوب کی طرف آگے بڑھنے پر مُصر ہے۔ کیا ہم خانہ جنگی کے خلاف تحریک کی از سرِ نو تنظیم کر سکتے ہیں؟ سابق شاعر صاحب رنجیدہ سے ہو گئے اور کہنے لگے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا احمقانہ سوال بھی کوئی پُوچھ سکتا ہے۔ اور پھر یہ کہتے ہوئے اس سوال کو بالکل ٹال گئے کہ آج صورتِ حالات کسی اور ہی نوع کی ہے"۔

پی پنگ کی آزادی کے چند مہینے پہلے پارٹی کے کارگزاروں نے اس گیت کو بہت رواج دیا تھا کہ" ہمیں تمہاری پانچ ڈالر کی ہنڈیوں کی ضرورت نہیں" گویا یہ گیت قوم پرست حکومت کے رضاکاروں کے منہ پر طمانچہ کا حکم رکھتا تھا جس نے مصنوعی ذرائع سے رائج الوقت سکے کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا تھا۔ آزادی کے ایک مہینہ بعد جب پی پنگ کے شہریوں میں عوامی سکہ مستعمل تھا تو تبادلہ کا چھوٹے سے چھوٹا ذریعہ سو ڈالر کی ہنڈی تھی" یہ صورت حالات یقیناً کسی اور ہی نوع کی تھی" اور اگر کوئی شخص سیٹی بجاتا اور وہی پرانا گیت الاپتا ہوا پایا جاتا کہ" ہمیں تمہاری پانچ ڈالر کی ہنڈی کی ضرورت نہیں" تو اُسے اس بہانے پر کہ وہ ایک قوم پرست جاسوس ہے جیل میں بند کر دیا جاتا اور اُسے غداری کا مرتکب سمجھا جاتا تھا۔

"غور و فکر ایک ایسا لفظ ہے جو یونیورسٹی کے تربیت یافتہ لوگوں کی نظریں ہمیشہ دلکش اور اہم سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے ہمارے کیمپ میں بہت سے لوگوں نے ہمارے دوران قیام کے اوّلین دنوں میں اشتراکی حلقہ غور و فکر میں از حد جوش و خروش اور تجسس کے جذبہ کے ساتھ شامل ہونے پر آمادگی ظاہر کی، بعض تو اس بات پر بھی تیار ہو گئے کہ وہ اپنے ذاتی جائداد کے عوض چند ایک کتب الاسناد خرید لیں گے ایک بیچارہ بڑے شوق سے قلم اور سیاہی کی ایک بڑی سی بوتل اٹھائے پھرتا تھا۔ دوسروں نے کاغذ اور

کاپیوں کا اتنا ذخیرہ جمع کر لیا جو انہیں کسی کالج کے قیام کے دوران میں چار سال کے لئے کافی ہوتا۔ سب اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ وہ تنظیمی انجمن کی طرف سے تیار کردہ تعلیمی پروگرام سے انتہائی استفادہ حاصل کریں گے۔

لیکن ہوا یہ کہ ہمیں غور و فکر کے لئے بہت کم موقع ملا۔ ابھی صرف چند رسائل ہی پڑھ پائے تھے کہ ہمیں اس شغل کو خیرباد کہہ دینا پڑا اور ہماری بہت سی حوالے کی کتابیں دھری کی دھری رہ گئیں۔ انقلابیوں کے لئے درس گاہیں دنیا میں ہر جگہ موجود تھیں۔ غور و فکر جو لکھنے پڑھنے پر موقوف ہو۔ صرف "نیم تعلیم یافتہ اور رواجی طور پر تربیت یافتہ افراد کا تصور دیرینہ تھا۔ ہم "نو تعلیم یافتہ" اشخاص کے لئے غور و فکر ایک ایسا طریق عمل تھا کہ اس کی تحصیل کے لئے ہر ذرائع مستعمل ہو سکتے تھے۔ دنیا ایک یونیورسٹی ہے اور ایک پارٹی ممبر کی نظر میں دنیا ایک آسان سی چیز ہے۔ اگر وہ چند سادہ سی نئی تصریحات پر حاوی ہو جائے۔ تو ایک پارٹی ممبر ہر چیز کا علم حاصل کر سکتا ہے۔ "ردِ عمل" اور "عوام" کے الفاظ ایسے دو منتر ہیں کہ ان کے صحیح استعمال سے اس کی ہر ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔ پھر سونے پر سہاگہ انجمن (تنظیم) کی اطاعت ہے۔ اور اس صورت میں اس کی تعلیم ہر لحاظ میں مکمل ہو جاتی ہے۔

کیمپ کے دورانِ قیام میں عرصہ تک میں نے غیر ارادی طور پر غور و

فکر کے دیرینہ تصوّر" کو قائم رکھا۔ یہاں تک کہ بڑی جماعت میں لیکچر، پارک میں رپورٹیں اور چھوٹی جماعت میں مناظروں سے استفادہ حاصل کرنے کے بعد بھی میں نے محسُوس کیا کہ اصلی غور و فکر ابھی تک شروع نہیں ہُوا۔ جب میرے چھوٹے گروپ کے لیڈر نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے غور و فکر کے نتائج پر ایک مضمون لکھوں۔ تو میں دہشت زدہ سا ہو گیا کہ مجھے خالی پرچہ دینا پڑیگا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ جب کسی چیز کی ابتدا ہی نہیں ہوئی۔ تو میں اس کے نتائج کے متعلق کس طرح اظہارِ خیال کر سکتا ہوں۔ اُس نے تفاخرانہ انداز سے جواب دیا کہ "ہم اشتراکی بہت جلد نتائج برآمد کر لیتے ہیں۔"

"اخذِ نتائج" (Conclusion) نے پرانے رجعت پسندانہ طریقۂ امتحان کی جگہ لے لی۔ ہم اپنے مضمون کو وقتِ مقرّرہ پر ختم کرنے پر مجبُور تھے۔ اس لئے یہ پرانے طریقۂ امتحان سے کوئی الگ چیز نہ تھا۔ اخذِ نتائج کے طور پر ہم جو کچھ چاہیں تحریر کر سکتے تھے۔ لیکن یہ ضروری تھا کہ مضمون کا تعلّق ہمارے خیالات سے قائم رہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ہم اپنی متضاد راؤں کو بھی ایک "غیر مبدّل تصوّر" کی صورت میں جمع کر کے رکھ دیں۔

مجھے موقع مِل گیا کہ میں ان نتائج کو دیکھ سکوں جن پر چند شورش پسند پہنچے۔ اِس ذریعے سے میں نے یہ دریافت کرنے کی کوشش کی کہ ہم نے

سیکھا کیا کچھ تھا۔ اور اخذ نتائج کے لئے ہم کون سے طریقے استعمال کر سکتے ہیں ۔ بڑے تعمق کے بعد مجھے معلوم ہؤا کہ گوبر اکٹھا کرنا، گھاس کاٹنا اور فرشوں کو پالش کرنا ہمارے غور و فکر کا ضروری جزو تھے اور گھٹیا قسم کے چاول اور خشک سبزیاں کھانا جو شمالی چین سے درآمد کی جاتی تھیں۔ ہمارے غور و فکر کا موضوع تھیں۔ صحیح بات یہ تھی کہ چھوٹے جاگیردار طبقہ کی عادات نے ہمارے لئے اسی قسم کی خوراک کو کافی حد تک ناگوار بنا دیا تھا۔ لیکن اب جو ہم اسی کے عادی ہو گئے تو اُسے بہت پسند کرنے لگے ۔ اپنے تغیّر فکر کے موضوع کی تصریح کے لئے ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا تھا کہ اس قسم کی خوراک کا استعمال غیر املاکی طبقہ کی بہترین عادت ہے۔ پھر ہمیں یہ بیان بھی کرنا تھا کہ گھٹیا قسم کے چاول اور خشک سبزیاں شمالی چین کے عوام سے انقلاب کے لئے ایک مخلصانہ تحفہ تھیں۔ ان کو استعمال کرنا ایک طرح انقلاب کی مدد کرنا تھا۔ ہمارا یہ جواب بھی صحیح تصوّر ہوتا کہ گھٹیا قسم کے چاول اور خشک سبزی کھانے سے ہمارا وزن بڑھ گیا ہے اور اس کا مطلب یہ تھا کہ غیر املاکی طبقہ کی خوراک بڑی مقوّی اور صحّت بخش تھی۔ اور اس میں غذائیت خاصی تھی۔

سوویٹ یونین کی بنی ہوئی نکریں ہمیں ایک دفعہ مہیّا کی گئیں تھیں کیسی

کسی کے بیان میں اس بات کا تفصیلاً ذکر تھا۔ اور اُنہوں نے اس بات کا بھی اعتراف کر لیا تھا کہ ہمارے بڑے بھائی نے ہم پر از حد کرم کیا ہے اور اس سے یہ نتیجہ مرتب کیا گیا کہ تمام غیر املاکی طبقہ آپس میں متحد ہو گیا ہے۔ کیونکہ سب کے سب ایک ہی طرح کی نکریں پہنے ہوئے ہیں۔

ہمارے لئے جو کھیل کا انتظام کیا گیا تھا۔ وہ بھی غور و فکر کا ایک اہم جزو سمجھا جاتا تھا۔ اور مناظرہ کی مجلس جن میں ہم شامل ہوا کرتے تھے ان کی اہمیّت بھی اس ضمن میں کچھ کم نہ تھی۔ دیوار پر چسپاں شدہ اطلاعات میں جن چیزوں کی تعریف کی جاتی تھی۔ وہ بھی غور و فکر کا ایک حصّہ تھیں۔ ہماری ہر قسم کی حرکات سکنات غور و فکر میں داخل تھیں۔ اسی طرح بڑی جماعتوں کے لیکچر، رپورٹیں، چھوٹی جماعت کے مناظرے سب اسی ضمن میں آجاتے تھے۔ ہر نئی اور ہر پُرانی چیز جو نئے خیالات پیش کرتی تھی، غور و فکر میں شامل تھی۔ الغرض نیند کے علاوہ ہر ایک چیز غور و فکر کہلاتی تھی۔

اخذِ نتائج کا مضمون ختم ہو گیا تو میں حیران تھا کہ اب کیا ہو گا۔ لیکن مجھے اس کے لئے زیادہ منتظر نہ رہنا پڑا۔

تیسرا باب

ہم اپنی دُمیں آپ کاٹتے ہیں

ایک دن ہمیں اطلاع ملی کہ ممبر بنانے کے سلسلہ میں ایک جلسہ منعقد ہو رہا ہے جس میں بہت سی اہم شخصیتوں کے علاوہ پُراسرار جنرل لن پیاؤ[1] (Lin Piao) بھی شامل ہوں گے۔ ہمیں قدرتی طور پر ایسے شخص کو دیکھنے کا اشتیاق تھا جسے دس لاکھ سے زیادہ فوجی سپاہیوں پر اقتدار حاصل تھا۔ لیکن جب فی الحقیقت ہم نے اُسے دیکھا تو ہم کچھ

---

[1] اشتراکی جرنیلوں میں سے ایک نہایت قابل جرنیل، اس نے من چوریا اور شمالی چین کو آزاد کرایا تھا، بعد ازاں کوریا پر حملہ بھی اُس کی سرکردگی میں ہوا۔

زیادہ متاثر نہ ہوئے۔ وہ صوبہ ہوپی (HOPEi) کے باشندوں کی طرح چبا چبا کر باتیں کرتا تھا۔ لیکن پھر بھی اس کا لہجہ مؤثر اور دلکش تھا۔ اُس نے ہمیں اس غیر متوقع خبر سے آگاہ کیا کہ سارے کا سارا کیمپ اپنی رضامندی سے فوج میں بھرتی ہو جائے گا۔ اُس نے یہ اعلان بڑے معقول اور مدلّل پیرائے میں کیا۔ لیکن پھر بھی وہ جذبات کے اس متلاطم سمندر کو ساکن نہ کر سکا جو ہمارے دلوں میں موجزن تھا۔ اس سے پہلے ہم میں سے اکثر کا یہ خیال تھا کہ جنوب میں کام کرنے والے گروپ میں شامل ہونے کا مقصد شہری خدمت تھی نہ کہ فوج میں بھرتی، لیکن اشتراکی طریقے ابھی ہماری سمجھ میں نہ آ سکے تھے۔ اگر ہم نے اب تک اپنی رضامندی کا اظہار نہ کیا تھا تو وقت آ گیا تھا کہ اس معاملہ پر سنجیدگی سے غور کریں۔ خود اپنی خواہش سے بھرتی ہونے کا فیصلہ نہ کر پانے کی صورت میں یہ لوگ ہماری رہنمائی کے لئے موجود تھے۔ اس ضمن میں جنرل لن پیاؤ (Lin Piao) نے جو منطقی طریقہ اختیار کیا۔ وہ یہ تھا کہ اُس نے ہم سے سوال کیا کہ "تم تمام کامریڈ جو یہاں حاضر ہو انقلاب کے حق میں ہو۔ ٹھیک ہے نا؟"

"ٹھیک ہے"۔ سازشیوں کی سرکردگی میں ہر کوئی پکار اٹھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم میں سے کوئی مثبت میں جواب نہ بھی دینا چاہتا ہو۔ پھر بھی اس کے لئے مہرِ تسلیم خم کر دینے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ ہماری کیمپ میں شمولیت

کا منطقی نتیجہ یہی ہونا تھا۔ اور پھر ہم سب لوگ انقلاب کا نمک بھی تو کھا چکے تھے۔

"انقلابیوں کو انقلاب کی ضروریات ہر حال میں پورا کرنا ہیں اور جہاں کہیں انقلاب کو تمہاری ضرورت سب سے زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ وہاں تمہاری حاضری بھی لازمی ہے۔ کیا یہ ٹھیک نہیں؟" یہ منطق کس قدر اٹل تھی۔ "تو بہتر۔ اب انقلاب کو فوج میں تمہاری اشد ضرورت ہے" فیصلہ پہلے ہی سے ہو چکا تھا۔ نہ صرف ایک جعلی چیک ہمارے حوالے کر دیا گیا تھا۔ بلکہ ہمیں مجبور کیا جا رہا تھا کہ اسے بھنائیں بھی۔

"میں اعلان کرتا ہوں کہ آج سے تم نیم تعلیم یافتہ آدمی نہیں رہے بلکہ باضابطہ طور پر سپاہی بن گئے ہو جنھیں ثقافت اور تہذیب کی جنگ لڑنا ہے۔" آج کی یہ کارروائی تمہارے رضامندانہ طور پر فوج میں بھرتی ہونے کی رسم بھی تصور کی جائے گی۔ آج کی رسومات اِس بات کا اٹل ثبوت ہیں کہ جنوب میں کام کرنے والے گروپ نے اپنی عزت کی قسم اُٹھائی ہے کہ وہ انقلاب کی خاطر لڑ مرے گا۔

اِس عجیب و غریب گلے گھونٹ دینے والی تقریر سے ہم میں سے ہر ایک کا دم ہی تو نکل گیا۔ تقریر کے بعد کی مختصر سی خاموشی ان پُر جوش نعروں سے ٹوٹی جو نائب کماندار کی سرکردگی میں بلند ہوئے: "پکار کو سنو۔ انجمن

کے فیصلے کی اطاعت کرو۔ چیئرمین ماؤ زندہ باد! وغیرہ۔ رسم ختم ہوئی۔ تو فضا میں بے چینی سی تھی اور ہم افسردہ دلی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

اور اس طرح میں اور دوسرے لوگ جو کیمپ میں محض ملازمت کی خاطر شامل ہوئے تھے فوج میں معزز رضاکاروں کے طور پر بھرتی کر لئے گئے۔ ہم جلسے سے واپس آئے تو ہمارے لیڈروں نے ہمیں سفید کپڑے کے بلّے عطا کئے، اور ان بلّوں پر کالی سیاہی میں یہ حروف منقش تھے۔ چینی جمہور کو آزاد کرانے والی فوج" ہمارے لیڈروں نے ہمیں بڑی احتیاط سے سکھایا کہ ان بلّوں کو کس طرح لگانا چاہیئے۔

اس بات سے قطع نظر کہ تجویز کس طرح مرتب کی گئی تھی سارے کا سارا مجمع ایک قسم کی خلا محسوس کر رہا تھا جو کبھی بھی دور نہیں ہو سکتی۔ کیمپ میں ہر جگہ ایک گھٹی گھٹی سی فضا نمودار تھی اور چھوٹی چھوٹی مضطرب سی ٹکڑیاں بغیر کسی مقصد کے ادھر ادھر خموشی سے پھرتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ سازش پسند بھی لازمی طور پر بے چینی اور پریشانی سی محسوس کر رہے تھے۔ ان کا خیال نہ تھا کہ معاملات یہ روش اختیار کر لیں گے۔ اور اب جبکہ جنگ کا طبل بج چکا تھا۔ اس کی ہر ضرب ان کے دل پر بھی ہتھوڑے کا کام کر رہی تھی۔ ان میں کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے اس شخص کی مانند جو

گھونسے مار مار کر اپنے جسم پر اکاس کی تہ چڑھا لینا چاہتا ہو اپنے چہرے بسے طرح پھُلا رکھے تھے۔ وہ اپنے دانت سختی سے کٹکٹا کر کہتے تھے۔ کہ قدرتی طور پر ہمیں انجمن کے فیصلہ کی متابعت کرنا چاہیئے۔"

لیکن ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو قطعی طور پر ایسے جذبات کا اظہار نہ کرنا چاہتے تھے۔ کئی ممبر جو سازشیوں میں شامل نہ تھے بالکل کیمپ کو چھوڑ دینے پر آمادہ تھے۔ ہم میں کئی ایک چپ چپکے سے کھسک جانا چاہتے تھے جو کوئی آسان بات نہ تھی۔ بعض "آہستہ روی" کی قسم کی ہڑتال کی تیاری کر رہے تھے۔ باقی یہ بہانہ بنا رہے تھے کہ ابھی تک ان کے دماغ اس گتھی کو سلجھا نہیں سکے۔ مختصر طور پر معاملہ یہ تھا کہ ہم میں سے اکثر نے اس دعوت کو منفی طریقے سے مدافعت کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے، جیت حکمران طبقہ کی ہوئی۔ پہلے تو انھوں نے سازشیوں کو ہموار کر لیا۔ اگرچہ ہمیں معلوم نہ ہو سکا کہ اس ضمن میں کونسا طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔ ہمیں صرف اس قدر علم ہے کہ انھوں نے سازشیوں کی وساطت سے ہمیں بھی مجبور کر دیا کہ ہم اس صورتِ حالات کو قبول کر لیں۔

ہم لوگ جو سازشیوں میں شامل نہ تھے ہمارے لئے "انتشار" پیدا کرنے کی پالیسی کی طرف رجوع کیا گیا۔ اس کا نام انھوں نے "مسئلہ کا انفرادی حل"

رکھا۔ جہاں پہلے یہ نعرہ بلند کیا جاتا تھا کہ اتحاد اور یک جہتی میں برکت ہے اب انہوں نے ہمیں غیر متحد کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش شروع کر دی۔

خاتون کمیسار "رضامندانہ خلاف ورزی" کے معاملات طے کرنے میں پرانی تجربہ کار عورت تھی۔ کیونکہ وہ بھی فوج میں اسی قسم کی "رضامندانہ تحریک" کی وساطت سے شامل ہوئی تھی۔ ان وجوہات کا تجزیہ کرتے ہوئے۔ جو ہمیں فوج میں بھرتی ہونے سے روکتے تھے وہ اس نتیجہ پر پہنچی کہ ہم میں سے ہر ایک "کسی نہ کسی دُم" کو گھسیٹے یا چمٹائے پھرتا ہے۔ اس لئے دُم کاٹنے کی تحریک ایک بہت بڑے پیمانہ پر جاری کی گئی۔ اور اس کا اعلان وال بلیٹن میں کر دیا گیا۔

دُمیں کئی قسم کی تھیں۔ پہلی قسم "خاندان کی دُم" تھی۔ یعنی ایک حسین بیوی، ایک عزیز فرزند، ایک شفیق باپ اور ایک محبت کرنے والی ماں، اگر کسی شخص کے سپرد اپنے خاندان کی نگرانی تھی تو وہ فوج میں بھرتی ہونا نہیں چاہتا تھا۔ دوسری قسم "پرانے سماج کی دُم" تھی۔ اگر کسی شخص کو پرانے سماج میں تھوڑی بہت امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ یا وہ اس سے کسی معمولی بندھن سے بھی مربوط تھا تو وہ بھرتی ہونے کا خواہش مند نہیں تھا۔ تیسری قسم "پرانے تصورات کی دُم" تھی۔ اس میں وہ کئی وجوہات شامل تھیں جو رضامندانہ بھرتی میں حائل ہو رہی تھیں۔ مثلاً ذاتی مفاد،

انفرادی صحت کا سوال، ایسا ذہنی رجحان جس کے مطابق "فوجی زندگی" مکروہ قرار دی جائے۔ اور اسی طرح کی کئی اور وجوہات، جو شخص بھرتی ہونے پر ناراضامندی کا اظہار کرتا کوئی نہ کوئی دُم اس سے وابستہ کر دی جاتی تھی۔ ان دُموں کی موجودگی میں انقلاب کی خاطر لڑنا از حد درجہ معیوب فعل تصور کیا جاتا تھا۔ اپنی رعایا کی عزت کو بچانے کے لئے حکمرانوں نے بہت سے تیز چاقو تیار کر رکھے تھے اور ہمیں کہا جاتا کہ ہم اپنی دُمیں فوراً کاٹ دیں۔ نہیں تو کوئی اور اُسے کاٹ کر رکھ دے گا۔

کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنی دُموں کو کاٹ دینے سے انکار کر دیا اس لئے ان کی دُمیں کسی اور شخص کو کاٹنا پڑیں۔ میرے چھوٹے گروپ میں پی پنگ (Pieping) یونیورسٹی کا ایک قانون کا طالب علم تھا۔ اُسے ڈراما سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس لئے وہ "پیپسک ڈراما گروپ" میں شامل ہو گیا تھا۔ اس وقت اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ گروپ زیرِ زمین کام کرنے والوں کا مرکز ہے۔ کچھ عرصہ تک اُس نے بلاارادہ اس گروپ کے لئے بہت کام کیا۔ لیکن جب زیرِ زمین کام کرنے والوں کی اصل حقیقت سے آگاہ ہوا تو اُسے ایسا معلوم ہوا گویا وہ ایک خوشگوار خواب سے بیدار ہو گیا ہے۔ اب کیمپ میں صورتِ حال یہ تھی کہ یہ زیرِ زمین کام کرنے والے تو اپنی حسن خدمات کی وجہ سے ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ لیکن وہ بیچارہ

صرف عوام میں سے ایک فرد متصوّر ہوتا تھا۔ جس دن سے جنوب میں کام کرنے والے گروپ نے اپنی خدمات رضامندی سے فوج کے حوالے کر دی تھیں۔ اُس نے کئی دفعہ ارادہ کیا کہ وہ اس سے اپنے تعلّقات منقطع کر لے۔ لیکن اس کی کوششیں کامیاب ثابت نہ ہوئیں۔ کیوں کہ ان لوگوں نے نہ صرف اس کی درخواست کو مسترد کر دیا بلکہ اُس کے خاندان کے اور لوگ بھی روز بروز تازہ مصائب کا شکار ہونے لگے۔

اُس نے اپنی آپ بیتی میں صاف صاف اعتراف کر لیا تھا کہ اُس کے والد ایک چھوٹے سے شہر میں ایگزیکٹو کمشنر تھے۔ اس کا گھر بیس ایکڑ قطعہ پر واقع تھا۔ اور وہ خود اپنے والد کی دوسری بیوی کا لڑکا تھا جب اس کا گاؤں آزاد ہو گیا۔ تو "اصلاحِ زمین کی تحریک" کی تحت میں اشتراکیوں نے اُس کے گھر اور اراضی پر قبضہ کر لیا اور اُسے ان کسانوں میں تقسیم کر دیا گیا جو پارٹی میں "حسنِ خدمات" کی وجہ سے ممتاز تصوّر ہوتے تھے۔ اس کے ستّر سالہ والد اور اٹھاون سالہ والدہ پی پنگ (Peiping) میں بھاگ آئے۔ جہاں وہ اپنی ضعیف العمری کا زمانہ اپنے لڑکے کی دستگیری سے بسر کرنا چاہتے تھے۔ اُن کی خواہشات کی تکمیل کے لئے اُسے یونیورسٹی کو خیر باد کہنا پڑا۔ گو وہ چند مہینوں کی تعلیم کے بعد ڈگری حاصل کر سکتا تھا۔ وہ جنوبی چین کے لئے کام کرنے والوں کے گروپ میں شامل ہو گیا۔ تاکہ اس

ملازمت کے بھروسے اپنے والدین کی دست گیری کر سکے۔" پُرانے سماج" میں اس ارادہ کو قابلِ عزت سمجھا جاتا۔ لیکن نئے سماج میں اُسے احمقانہ اور سہل فعل تصوّر کیا گیا۔ اُس کی بُوڑھی والدہ ہر روز دو دفعہ اپنے فوجی رضاکار بیٹے کو دیکھنے کے لئے آتی اور جمہوری وردی جس میں وہ ملبوس تھا ماں کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ ایک دن اُس نے اُسے اطلاع دی کہ اس کا والد اپنے پشمینی چوغے بلکہ اپنے کفن تک کو بھی رہن رکھنے کے لئے ایک دلاّل کی دکان پر لے گیا ہے تاکہ وہ اپنے کھانے کے لئے کچھ چیزیں خرید سکیں۔ یہ خبر ملی تو اُسے کئی رات نیند نہ آئی۔ وہ کئی بار کمیسار خاتون اور فوجی کماندار کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان سے درخواست کی کہ وہ اُسے کیمپ چھوڑ دینے کی اجازت دے دیں۔ تاکہ وہ کوئی اور زیادہ آمدنی والی ملازمت تلاش کر کے اپنے والدین کا کفیل بن سکے۔ خاتون کمیسار نے اُسے مشورہ دیا کہ پھر سے تربیت یافتہ شخص کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنے والدین کی محبّت کے پُرانے تصوّر کی دُم کو اپنے ساتھ ساتھ لئے پھرے۔ اُس کے خیال میں وفاداری، والدین کی محبّت عصمت اور انصاف کے یہ چار روائتی تصوّرات جاگیردارانہ بد اخلاقی میں شامل تھے۔ اور انہیں جاگیرداروں کے املاک کی طرح چین کی سرزمین سے دیس نکالا مل جانا چاہیئے۔ اور پھر اُس نے اُسے تنبیہ کی کہ اگر وہ

ان پرانے تصوّرات کی دُم خود کاٹ کر نہیں رکھ دے گا۔ تو اس کے لئے نئے سماج میں رہنا مشکل ہو جائے گا۔

اُس کی سمجھ میں آ گیا کہ انقلاب سے قطع تعلّق کر لینا اتنا آسان نہیں۔ جتنا کہ اس میں شامل ہونا آسان تھا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ اب اُسے چھوڑ دینے کی اجازت کبھی طلب نہیں کرے گا۔ بلکہ اُس نے اعتراف کر لیا کہ وہ خلوص دل سے رضا کار بنا تھا اور اس کی صرف یہ خواہش تھی کہ یا تو تنظیمی انجمن اس کے معمّر والدین کے لئے "سپاہیوں کے خاندانوں کے مصارفِ خورد و نوش سے کچھ زائد چاول دے دے یا وہ انہیں کسی خیرات گھر میں داخل کر لے۔ لیکن خاتون کمیسار نے اس بات پر اُس کا مذاق اڑایا کہ اُس نے انقلاب کی کوئی خدمت سر انجام نہیں دی اور پھر بھی وہ جمہور سے صلے کا طالب ہے۔ اپنے والدین کو بھوک اور سردی سے بچا لینے کی اُس کی تمام متحلانہ کوششیں بالکل اکارت گئیں۔ جب وہ آخری بار خاتون کمیسار کو ملنے کے لئے گیا تو اس کے ضبط کے بندھن ٹوٹ چکے تھے اور اُس نے اُس سے غضب ناک آواز میں پوچھا۔ کہ کیا وہ واقعی اپنے والدین کی بیٹی ہے یا کوئی عفریت ہے جسے کسی سیاسی مشین نے جنم دیا ہو۔ اِس کے بعد اس نے چھوٹے گروپوں کے اجلاس میں شامل ہونے اور بڑی جماعت میں حاضری دینے سے قطعی انکار کر دیا۔

وہ رات بھر تو پاگلوں کی طرح کیمپ کے گرد چکر لگاتا اور دن کو سورہتا تھا۔ ہمیں اندیشہ تھا کہ بیچارے کے سر پر کوئی مصیبت نہ آپڑے۔ آخر ایک صبح ایک خاص جلسہ منعقد ہوا۔ میرا دوست صدر جلسہ کی میز کے قریب سر جھکائے بیٹھا تھا۔ خاتون کمیسار نے اعلان کیا کہ اس شخص کو جمہوری ضابطہ کے مطابق سزا دی جائیگی کیونکہ اُس نے انقلاب کے برخلاف بغاوت کردی ہے۔ اس کا قصور یہ ہے کہ پچھلی رات اُس نے کیمپ سے بھاگ جانے کی کوشش کی۔ لیکن محافظ نے خوش قسمتی سے اُسے گرفتار کر لیا۔ ہمیں اس بات کا علم نہ تھا کہ اس نے واقعی فرار ہو جانے کی کوشش کی تھی۔ کیونکہ اس کے بعد ہمیں اس سے ملنے کا موقع نہ مل سکا۔ مجمع کے جذبات کو بتدریج اُبھارا گیا اور میرے دوست کے برخلاف الزامات آہستہ آہستہ تلاش کر لیے گئے۔ ہر طرف ایک دہشت ناک خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اس خاموشی کو شورش پسندوں کی آوازوں نے توڑا۔

کسی نے کہا "اس نے تنظیم کی بیعت اور اس کے عجیب و غریب طریقۂ تعلیم کے لئے کسی سرگرمی کا اظہار نہیں کیا۔ اس کے علاوہ گزشتہ چند دنوں سے وہ فرار ہو جانے کی سازش میں بھی مصروف رہا ہے۔"

ایک اور شخص بولا "وہ ہمیشہ سے کاہل الوجود اور تنظیمی انجمن کے تصورات سے قطعی نابلد تھا۔"

ایک تیسرا ممبر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا "اس کا والد پرانے سماج میں عہدہ دار تھا جو یقیناً عوام کے سر پر سوار رہتا ہو گا اور بذاتِ خود وہ جاگیردار کا بیٹا تھا۔ اور اس کے خیالات کی ناپختگی ایک تاریخی پس منظر کا نتیجہ ہے۔

چوتھے نے اُسے ایک داشتہ کا فرزند ہونے کا طعنہ دیا اور یہ الزام لگایا کہ اس طرح قعرِ مذلت میں گرے ہو کر بھی اُس نے یہ جرأت کی تھی کہ نئے سماج سے رابطہ اتحاد پیدا کرے"۔

پانچویں نے واضح ثبوت دیئے کہ جاپان کے خلاف جنگ کے زمانے میں کُھومنتانگ طلبہ" سے اُسے گہری دوستی رہی ہے۔ اور اس زمانے میں رجعت پسند کیومن تانگ (Kumin Tang) طلبہ میں سے اس کے گہرے روابط قائم تھے۔ ان دو جرائم کی وجہ سے اس کا خلوص شک آمیز تھا۔

چھٹے نے قاطع ثبوت دیتے ہوئے کہا کہ اس شخص کا باپ جاگیردار تھا۔ جو کہ اپنے اصلی قصبے سے بھاگ آیا۔ جہاں جمہوری حکومت اس کی تلاش میں ہے"۔ اِس لئے اس کے والدین کو اسی قصبہ میں واپس بھیج دینا چاہیئے تاکہ اُن پر باقاعدہ مقدمہ چلے اور مناسب سزا ملے"۔

مجمع کے بڑھتے ہوئے جذبات کے ماتحت عدالت فیصلہ پر پہنچ گئی میرا دوست دوسرے دن شمال مشرقی چین میں "غور و فکر" کے لئے واپس بھیج دیا گیا۔ اور اُس کے والدین کو ان کے اصلی وطن میں پہنچا دیا گیا۔ تاکہ

باقاعدہ مقدمہ کے بعد ان کے لئے مناسب سزا تجویز ہو سکے۔

شمال مشرقی چین میں غور و فکر کے امکان پیش نظر ہونے کے ڈر سے ہم میں سے بہت سوں نے یہی مناسب سمجھا کہ دوسروں کی مدد کے بغیر ہی اپنی دُمیں کاٹ کر رکھ دیں، وال بلیٹین نے ان لوگوں کی تعریف و توصیف میں ایک باقاعدہ جدّ و جہد شروع کر دی۔ جنھوں نے جُرأت سے کام لیتے ہوئے اپنے پُرانے خیالات سے رہائی یا آزادی حاصل کر لی تھی۔ ہم لوگ ایک مجمع کی صورت میں اس کے گرد کھڑے ہو گئے اور کہانیوں کو پڑھنا شروع کر دیا:۔

_____ نے اپنی بیوی کو جس سے اس کی شادی پچھلے سال ہوئی تھی طلاق دے دی ہے۔ کیونکہ اُس سے اُس کی محبت پُرانے تصورات پر مبنی تھی۔

_____ نے اپنی یتیم ہمشیرہ کو وارڈ گورنمنٹ کی حفاظت میں دے دیا ہے۔

_____ نے اس ناپاک روپیہ کو جو اُسے جُرم کے معاوضہ کے طور پر دیا گیا تھا، اپنے والد کو واپس کر دیا ہے۔ کیونکہ اس کو احساس ہو گیا ہے۔ کہ اس کا والد رشوت کے ذریعے سے اُسے رضاکاروں میں بھرتی ہونے سے روک رہا ہے۔

——— نے اپنی ضعیف والدہ جو اُسے دیکھنے کے لئے کہیں دُور دراز سے آئی تھی ملنے سے انکار کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ آنسو بہا بہا کر اُسے فوج میں شامل ہونے سے باز رکھے گی"۔

اور اسی طرح کی کئی کہانیاں تھیں' ایک سے ایک بڑھ کر المناک' اور وہ اتنی کثیر تعداد میں تحریر تھیں کہ مجھے جرأت نہ ہوئی کہ اُنھیں پڑھتا چلا جاؤں کہانیوں میں جن کا نام درج نہیں تھا۔ وہ یا تو چین کے برّاعظیم میں فروکش ہیں یا شمالی کوریا کی جنگ میں شریک۔ وہ اپنا کام رضاکارانہ طور پر سرانجام دے رہے ہیں۔ ان میں سے بعض نے تو اپنی جان عزیز موت کے حوالے کر دی ہے اور کچھ تو جیتے جی ہی مر چکے تھے۔ کیونکہ اب ان کی آنکھیں کھُل چکی تھیں اور اُنھیں اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ وہ جس اصول کے لئے جانیں دے رہے ہیں اُنھیں وہ کبھی بھی عزیز نہ تھا۔ یاد رکھئے کہ جنھوں نے اپنی جانیں قربان کر دی ہیں۔ وہ میرے اور تمہارے دوست ہیں۔ براہِ نوازش ان کو محبت سے یاد کریں۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ رضاکار کس طرح بنائے گئے تھے۔

دوسرا حصّہ

وسطی چین

چوتھا باب

ریل کا سفر

۱۹۴۹ کے موسم بہار تک اشتراکیوں نے چین کے اس تمام علاقے پر قبضہ کر لیا جو دریائے ینگ سی (Yangtze) کے شمال کی طرف واقع ہے۔ صلح کی گفتگو بظاہر اس مقصد سے پی پنگ (Peiping) میں ہوئی کہ دریائے ینگ سی کو مستقل حد بندی قرار دے دیا جائے۔ دریا کے شمال کی طرف کا علاقہ اشتراکیوں کے قبضے میں ہوگا اور جنوبی علاقہ قوم پرستوں کے قبضے میں، قوم پرست حکومت کے قائم مقام صدر لی سنگ جن (Li Tsung Jen) نے صلح کی گفتگو کے لئے

جو وفد بھیجا تھا۔ وہ کئی ایسے مشہور و معروف اشخاص پر مشتمل تھا جو کسی پارٹی سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ صلح کے متعلق پی پنگ کے لوگوں میں اوّل اوّل تو بہت جوش و خروش نظر آتا تھا۔ لیکن ان کے جذبات فوراً ہی ٹھنڈے پڑ گئے اور مایوسی کی لہر تمام شہر میں پھیل گئی۔

اشتراکی ماہروں میں سے ایک ہمارے کیمپ میں آیا۔ اور اُس نے اپنی جماعت کی گفتگوئے مصالحت کے مخلصانہ رویّہ کے متعلق تقریر کی۔ اُس نے اس خاص پروگرام کا بھی تفصیل سے تذکرہ کیا۔ جو پارٹی نے قوم پرستوں کے مصالحتی وفد کے سیر و تفریح اور غور و فکر کے لئے از راہِ نوازش مرتّب کیا تھا، ایک تفاخرانہ انداز سے جس میں وہ ہمیں بھی شریک کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔" قوم پرستوں کے مصالحتی وفد کے لئے صرف دو راستے ہیں۔ یا تو وہ آخر تک رجعت پسند ستمگر ٹولی کے ہم نوا رہیں۔ یا جمہوری متحدہ سیاسی محاذ میں شامل ہو جائیں۔ انہیں یہ رعایت دے دی گئی کہ وہ موت یا زندگی دونوں میں سے جسے چاہیں پسند کریں۔"

ہم نے یہ بھانپ لیا کہ گفتگوئے مصالحت میں خواہ کچھ ہی کہا جائے۔ آخری نتیجہ یہی ہوگا کہ جنگ جاری رہے گی۔ آنے والی صلح کی کوئی علامت دکھائی نہ دیتی تھی، اخباروں میں کثرت سے لکھا جا رہا تھا کہ پارٹی کو اپنی فوجوں کو از سرِ نو ترتیب دینے میں نمایاں کامیابی

حاصل ہو رہی ہے۔ بڑے بڑے ضمنی عنوانوں کے ماتحت ان سپاہیوں کی تعریف میں کالم سیاہ کئے جا رہے تھے۔ جنہوں نے جنوبی چین کو آزاد کرانے کے متعلق اپنے عزائم کا اظہار کیا تھا۔ مختلف درسگاہوں اور دفتروں میں رضامندانہ طور پر کام کرنے والوں کی طرف سے جو جنگ کے حامی تھے ہر قسم کے مراسلوں اور تاروں کی اشاعت ہو رہی تھی۔ اور یہ اشتہار برف کے گالوں کی طرح کثرت سے لوگوں کے سروں پر برسائے جاتے تھے۔ ان مراسلوں اور بحری تاروں کی اشاعت کا مقصد لوگوں کے دلوں میں یہ یقین پیدا کرنا تھا کہ اشتراکی حکمران تو جنگ سے متنفر ہیں لیکن عوام کے پُرزور مطالبے کی وجہ سے وہ اسے جاری رکھنے پر مجبور ہیں۔

وفد مصالحت کے ممبر پی پنگ ہوٹل میں فی الواقع قیدیوں کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور یہ لوگ بہت جلد اپنے ورود کے مقصد کو نظر انداز کر دینے پر مجبور ہو گئے۔ سوائے دو باتوں کے ان کے نقل و حرکت کی آزادی عملی طور پر سلب کر لی گئی تھی۔ وہ یا تو کسی کی نگرانی میں سیر و تفریح کے لئے نکل جاتے یا اشتراکیت کے آزادانہ مطالعہ میں اپنا وقت صرف کر دیتے تھے۔ قوم پرست وفد مصالحت کے صدر جنرل چنگ چی چنگ[1] (Chung Chih Chuug) نے اپنے ایک اخباری

---

[1] چنگ چی چنگ قوم پرست پانچویں لشکر کا کمانڈر، صوبہ ہونان کا گورنر

(بقیہ بر صفحہ ۷۴)

مقالہ میں اس بات پر پسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ اور اپنے گزشتہ زمانے کے میل جول پر "پشیمانی" جتاتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ اپنی پچیس سالہ سپاہیانہ زندگی کے دوران میں، پی پنگ کے ورود کے موقع پر پہلی دفعہ اُسے فرصت کا وقت میسّر آیا ہے۔ اُس نے اس بات کا ذکر بھی کیا ہے کہ ان ایام میں اُسے شہر میں سیر و تفریح کے لئے بہت عمدہ مواقع مہیّا کئے گئے۔ اور وہ پی پنگ اوپیرا کے مشہور و معروف ایکٹروں اور ایکٹریسوں کی نغمہ سرائیوں سے لطف اندوز ہوا۔ آخر میں اس نے ماؤسی تنگ (Mao Tse-tung) کی زبان سے نکلے ہوئے اہم الفاظ کا حوالہ بھی دیا ہے: "تمھیں نین کنگ واپس جانے کی کیا ضرورت ہے۔ کیوں نہ اشتراکی اور قوم پرست ایک دفعہ پھر اشتراکِ عمل کر لیں"۔

جس دن پی پنگ کے اخبارات میں مصالحت کی چوبیس شرائط شائع ہوئیں۔ میری کمپنی کے افسر نے ہم میں سے کچھ ممبروں کو اطلاع دی کہ وہ کل صبح کیمپ سے رخصت ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اُس نے ہمیں شام کے وقت اکٹھے کیمپ سے باہر جانے کی اجازت دے دی تاکہ اپنے

(بقیہ صفحہ ۸۳) تربیتِ امورِ سیاسی کی وزارت میں وزیر اور آخر میں شمال مغربی سیاسی ضلع کا چیئرمین اور صوبہ سن کیانگ کا گورنر رہا ہے۔ آج کل اشتراکیوں کے ماتحت وہ جمہوری سیاسی کونسل کا نمائندہ ہے اور شمال مغربی فوجی اور سیاسی کمیٹی کا وائس چیئرمین ہے۔

معاملات کو یک سو کرائیں، دوستانہ طور پر اُس نے یہ بھی کہا کہ ہمیں یک جا ہو کر واپس آنے کی ضرورت نہیں۔ آخر میں میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اس نے کہا کہ میں ان احکام کے متعلق اپنی صحیح رائے کا اظہار کردں۔ لیکن میں اُس کے داؤ پیچ سے آگاہ ہو گیا تھا۔ میرے پاس اس کے حکم سے اظہارِ اختلاف کرنے کے مضبوط سے مضبوط دلائل بھی ہوتے تو بیکار تھا۔ وہ اور میں دونوں جانتے تھے کہ احکام تبدیل نہیں ہو سکتے۔ اُسے اور مجھے دونوں کو علم تھا کہ وہ میرے تصوّرات کی صحت کا امتحان لے رہا تھا۔ میں نے ارادہ کر لیا کہ ذرا کھل کر بے دھڑک ہو کر اس کے ساتھ بلّی اور چوہے کا کھیل کھیلوں۔ اس لئے میں نے کہا، "آپ کو معلوم ہے کہ میں جنوب میں کام کرنے والے گروپ میں محض اس لئے شامل ہوا تھا کہ مجھے ملازمت کی تلاش تھی۔ خواہ وہ ملازمت کتنی ہی معمولی ہو۔ میں چاہتا تھا کہ مجھے پکّا ذریعہ معاش حاصل ہو جائے۔"

"تم نے کیمپ میں اتنا وقت بسر کر دیا ہے اور پھر بھی ملازمت کے متعلق تمہارے تصوّرات صحیح نہیں ہوئے۔ اور اپنی باہیں میرے گلے میں ڈالتے ہوئے کہنے لگا۔

"چلو جانے دو! گزشتہ را صلوٰۃ۔ پھر اس کا ذکر بھی نہ کرنا۔"

"پھر مجھے وہ بھیج کہاں رہے ہیں؟"

"محاذ پر تفصیلات سے مجھے آگاہی نہیں"۔

"میں شمال کا رہنے والا ہوں۔ اور مَیں نے اس علاقے کو چھوڑ دینے کا خیال تک بھی نہیں کیا تھا"۔

وہ مُسکرایا اور کہنے لگا، واقعی؟ مجھے تعجّب ہے کہ تم جیسا تعلیمیافتہ شخص اس طرح کی بات کہے۔ تمہارے چھوٹے گروپ کے ممبروں نے مجھے رپورٹ دی تھی کہ تم نے خاصی ترقی کر لی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تمہارے جغرافیائی تصوّرات اس قدر تنگ نظری پر مبنی ہیں۔ کیا تم سیر و سفر کے شائق نہیں؟"

"بات یہ ہے کہ میری چھوٹی بہن شمال میں رہتی ہے۔ اور اُسے میری حفاظت کی ضرورت ہے"۔

اُس نے بناوٹی بے باکانہ انداز سے سر کو جنبش دیتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ ایک اور بوجھ ہے جسے تم پیٹھ پر اُٹھائے رکھنے پر مُصر ہو۔ تمہاری چھوٹی بہن بھی محنت کر سکتی یا غور و فکر کے لئے گروپوں میں شامل ہو سکتی ہے۔ تم پُرانی کہاوت کو تو جانتے ہی ہو کہ شادی کے بعد وہ پرائی ہو جائے گی"۔

"آپ کا فرمان بجا ہے۔ لیکن کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ اپنی شادی تک تو وہ مجھ پر بوجھ بنی رہے گی۔ اور یہ بھی میرا فرض ہے کہ میں اس کے

لئے شوہر تلاش کر دوں۔"

"یہ الفاظ زبان سے کبھی نہ نکالنا کہ تنظیمی انجمن اپنے کام کرنے والوں کے لئے مسرت کے سامان بہم نہیں پہنچاتی۔ میں ذاتی طور پہ شہری حکومت کو لکھوں گا کہ وہ تمہاری بہن کی حفاظت کرے۔" (یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس نے اپنے وعدہ کو ایفا نہ کیا۔ اور مجھے اس وقت بھی علم تھا کہ وہ محض بکواس کر رہا ہے)

"بروئے انصاف تنظیم سے مجھے مطلق کوئی شکایت نہیں۔ کیونکہ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں پاتا کہ کوئی نیا کام سنبھال سکوں۔ یہاں کے قیام کے دوران میں میں نے کچھ بھی نہیں سیکھا۔"

"جانے بھی دو۔ یہ بات تم محض خوش اخلاقی کے طور پر کہہ رہے ہو۔" اُس نے مُسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تو پھر میں نے سیکھا کیا ہے؟"

"یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں۔ ٹھیک ہے نہ؟ تم فوج میں شامل ہو کر بہت کچھ سیکھ جاؤ گے۔"

"تو فوج تعلیم و تربیت کا ایک عظیم الشان ادارہ ہوئی؟"

وہ ہنس پڑا۔ "ہم تو اس بات کے ماننے والے ہیں کہ ہر شخص ہر وقت اور ہر جگہ کچھ نہ کچھ سیکھ سکتا ہے۔"

"تو فوج میں میں سیکھوں گا کیا؟"

"اگر تم ہزار برس زندہ رہو تو بھی تمہاری تعلیم مکمّل نہ ہو سکے گی۔ پھر اس بات کا فکر کہ تم فوج میں رہ کر کیا کچھ حاصل کرو گے؟"

"بہت اچھا" میں نے اُس کے نکتہ نظر کو تسلیم کرتے ہوئے کہا۔

"تو مجھے محاذ میں بھیجے جانے کا فیصلہ ہو گیا ہے؟"

"ہاں! میں یہ بات تو تم سے کہہ سکتا ہوں۔"

"میں وہاں جا کر کروں گا کیا؟"

"مجھے معلوم نہیں، ممکن ہے کہ تمہیں کوئی ثقافتی فرائض سونپ دیئے جائیں۔"

"لیکن مجھے اس کام سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"انفرادی دلچسپیاں غیر اہم سی چیز ہیں۔ کیا تمہیں ابھی تک اِس بات کا علم نہیں ہوا کہ جو بات تنظیمی انجمن کو پسند ہے وہ تمہیں بھی پسند ہونی چاہیئے؟"

مجھے بواسیر کی شدید تکلیف ہے۔ اِس حالت میں اتنا لمبا سفر کِس طرح طے کر سکتا ہوں؟"

"محاذ تک جا بجا شفاخانے قائم ہیں۔ فکر نہ کرو۔ تمہاری بواسیر کی شکایت کا علاج تنظیم کے ذمّے ہے۔"

مجھے نظر آرہا تھا کہ بلی اور چوہے کا کھیل اب ختم ہو چکا ہے۔ اس لئے میں نے جلدی سے پوچھا کہ "سٹاف کی نقل و حرکت اس قدر خفیہ کیوں رکھی جا رہی ہے؟ اور اُسے اتنی سرعت سے کیوں بھیجا رہا ہے؟

"میں نہیں جانتا" اُس نے جواب دیا۔ اور اس کی تیوریاں اور گہری ہو گئیں۔ "اب تم دوسروں کے ساتھ جا کر شہر میں اپنا حساب چکا سکتے ہو۔ کل صبح کوچ کے لئے تیار رہنا۔"

مجھے اپنے آخری سوال کا جواب بڑی مدت کے بعد ملا۔ حکمران جماعت اپنے سٹاف ممبروں کو ہمیشہ سرعت سے اور خفیہ طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتی تھی۔ تاکہ وہ ان کے انفرادی سوالات اور انفرادی مفادات کے تقاضوں سے گریز کر سکیں۔ اور اس "جذباتی زحمت" سے بچ سکیں۔ جو یہ لوگ اس قسم کے فیصلے کو بدلنے کے لئے پیدا کر دیا کرتے تھے۔ نقل مکانی اور جہاز میں روانگی کے متعلق احکام ان پر عمل درآمد ہونے سے بہت پہلے مرتب کر لیے جاتے تھے اور متعلقہ شخص کو روانہ ہونے سے تھوڑا ہی عرصہ پیشتر مطلع کیا جاتا تھا۔ بعض اوقات سامان باندھنے اور ضروری امور کا تصفیہ کرنے کے لئے صرف چند گھنٹے ہی ملتے تھے۔ کیونکہ تنظیمی انجمن نہیں چاہتی تھی کہ کسی کو صورتِ حال پر غور کرنے کے لئے تھوڑا سا وقت بھی مل سکے۔ اگر کچھ وقت ملتا بھی تو اُسے یا تو انقلاب کے مقدس احکامات

کے متعلق ہدایات دینے میں صرف کر دیا جاتا ہے ۔ یا ان کی ہمّت بڑھانے کے لئے سیر و تفریح کا ایسا پروگرام مہیّا کر دیا جاتا کہ اُسے معقولیت سے سوچنے کا موقع ہی نہ ملتا ۔ ایسے طریقے صرف تعلیم یافتہ طبقے کے لئے برتے جاتے کہ افراد جن سے یہ توقّع نہ رکھی جا سکتی تھی کہ اگر انھیں اس مسئلہ پر غور کرنے کا موقع مل جائے تو وہ آنکھ بند کر کے احکام کی پابندی کریں گے ۔

دُوسری صبح مجھے اور اسی بٹالین کے اکیس اور اشخاص کو ایک ٹرین جو جنوب کی طرف جا رہی تھی لاد دیا گیا ۔ اسی صبح شرائط صلح کی اشاعت کے چوبیس گھنٹے بعد یہ باضابطہ طور پر اعلان کر دیا گیا کہ گفتگوئے مصالحت دفعتہً ناکام ہو گئی ہے ۔ اخبار بیچنے والے چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ چوتہ[1] Chu Teh اور ماؤسی تنگ Mao Tse Tung نے احکام نافذ کر دئے ہیں کہ دریائے Yangtze کو عبور کر لیا جائے ۔

وہ پردہ جو حکمرانوں نے چین کے برّ اعظم پر اس لئے کھڑا کر دیا تھا کہ باہر کی دنیا سے خبروں کا تبادلہ آزادانہ طور پر نہ ہو سکے "بانس کے پردے" سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ اس نام کو استعمال کرنے والوں کا خیال ہے ۔

---

[1] چوتہ اشتراکی فوجوں کا کمانڈر انچیف تھا ۔ سُرخ چین میں فوجی اور سیاسی لیڈروں کا اقتدار یکساں ہے ۔ اور احکام دونوں قسم کے لیڈروں کے نام سے نافذ ہوتے ہیں ۔

کہ چینی اشتراکیوں کے لئے یہ پردہ رُوس کے آہنی پردے سے زیادہ موزوں ہے۔ کیونکہ یہ اس سے کم مضبُوط ہے، ان کا یہ دعوےٰ بغیر دلیل کے نہیں چین کا ساحل خاصا لمبا ہے۔ اور بہت سے چینی جو سمندر پار کے علاقوں میں مقیم ہیں، ابھی تک اس پردے سے باہر ہیں۔ اس لئے چینی پردے میں ناگزیر طور پر کئی سوراخ رہ گئے ہیں۔ لیکن چینی برّ اعظم کے حکمران اس سعی میں مصرُوف ہیں کہ ان سوراخوں کو بند کر دیا جائے۔ مجھے اِس پردے کا کافی تجربہ حاصل ہے۔ اور مَیں چین کا بیرُونی دنیا سے مقابلہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اِس ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے باہر کی دُنیا کے لوگ اِس سے مکمل طور پر آگاہ نہیں ہیں۔ اِس لئے میں اس پردے کو "بانس کا پردہ" کہنے پر آمادہ نہیں ہوں۔ برّ اعظم چین سے کچھ خبریں ضرور ہمارے کانوں تک پہنچتی ہیں۔ لیکن میرا گزشتہ تجربہ مجھے بتاتا ہے کہ غالباً اِن میں سے اکثر خبریں تو وہ ہوتی ہیں جو چین میں علانیہ طور پر شائع کی گئیں یا محض اُڑتی ہُوئی افواہیں ہیں۔ ایسی خبروں اور افواہوں پر اعتبار کر لینے سے جو پردے کے سوراخوں سے قطرہ قطرہ ہو کر ٹپکتی رہتی ہیں۔ آزاد لوگوں پر آمروں کی اصل حقیقت ظاہر نہیں ہوتی۔

پردے کے کنارے بھی اتنی ہی مضبُوطی سے بند کئے گئے ہیں جتنی

جتنی مضبوطی سے اس کا مرکز، مثلاً شین کنگ[ق] (Shenkeng) میں اگر کسی شخص کے پاس ہانگ کانگ کا اخبار مل جائے تو اُس کے تمام خاندان کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ چین کے جنوب مشرقی ساحل کے کسی قصبے یا شہر میں اگر کسی بدقسمت شخص کے پاس سمندر پار یا کومن تانگ Kuomintang کے متعلق کوئی خبر پہنچ جائے (خواہ وہ خبر کتنی غیر اہم اور غیر سیاسی ہو) تو اُسے قومی جاسوس سمجھ کر گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ پردے کا صرف ایک ہی رُخ دیکھ کر بیرُونی دنیا کا چین کے واقعات کی بابت کسی قسم کا تصوّر یا پیش گوئی کر لینا بعید از حقیقت ہے۔ باہر کے لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ پردہ محض اس لئے کھڑا کیا گیا ہے کہ نہ تو باہر کی خبریں اندر آ سکیں اور نہ اندر کی خبریں باہر جا سکیں وہ پردے کی دوسری طرف سے جو زیادہ اہم اور زیادہ ہیبت ناک ہے، قطعی طور پر ناآشنا ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ یہ پردہ جمہور کو کچھ اس طرح محیط کئے ہوئے ہے کہ سورج کی کرنیں بھی ان تک نہیں پہنچ سکتیں۔ "خبروں کی روک تھام" کے متعلق ان کا علم بہت خام ہے۔ وہ بدقسمت لوگ جو پردے کے پیچھے بند پڑے ہیں۔ اور جنھیں "جمہور" سے نامزد کیا جاتا ہے۔ ان تک

[ق] صوبۂ کنٹین Canton اور ہانگ کانگ کی درمیانی حد پر ایک چھوٹا کینٹس صوبے کا شہر۔

پردے کے "سوراخوں" میں سے گزر کر معمولی خبر تک بھی پہنچ نہیں پاتی۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ پردہ اُن کے دماغوں میں گھسا چلا جا رہا ہے۔

خبروں کی روک تھام نئی انسانی ایجادات میں سب سے زیادہ مہلک ہتھیار ہے۔ یہ تاریخی حقائق کا قلع قمع کر دیتا ہے۔ صداقت کو توڑ موڑ کر رکھ دیتا ہے۔ لوگوں کو فریب کے پھندے میں مبتلا رکھتا ہے۔ اور اس لحاظ سے آمروں کے ہاتھ میں حد سے زیادہ مؤثر آلہ ہے، برّاعظم چین میں خبروں کی روک تھام نیو چائنا نیوز ایجنسی کے سپرد کر دی گئی ہے یہ ادارہ گورنمنٹ کے زیر اقتدار ہے۔ اور خبروں کی روک تھام کے لحاظ سے صرف طاس ایجنسی سے دوسرے درجے پر ہے جو دُنیا میں سب سے بڑے پیمانے پر خبریں گھڑنے کی ایجنسی متصوّر ہوتی ہے۔ ریل کے سفر میں ایک دن اور ایک رات گزر گئی تو ہمیں بتایا گیا کہ ہمیں نیو چائنا نیوز ایجنسی کی بڑی شاخ میں جو فورتھ فیلڈ آرمی Forth Field Army میں قائم ہے اپنا نیا کام سنبھالنا پڑے گا (ہم نے اپنی اپنی سرگزشت حیات میں اس بات کا اظہار کر دیا تھا کہ ہمیں ادبی اور صحافتی میدان کا کچھ تجربہ حاصل ہے اور جیسا کہ ہمیں بعد میں ایک دوسرے سے گفتگو کرنے سے معلوم ہوا۔ یہی بات ہمارے انتخاب کا باعث بنی۔) اسٹاف افسر جس نے ہمیں یہ اطلاع دی تھی۔ اس بات پر زور

دینے لگا کہ ہم محض "امید وار مراسلہ نگار" ہیں اور جمہوری مراسلہ نگاروں کے کام کی ہیئت رجعت پسندانہ مراسلہ نگاروں سے بالکل مختلف ہے۔

ہم بتیس جمہوری مراسلہ نگار جب ٹرین میں سفر کر رہے تھے۔ تین چھوٹے چھوٹے گروپوں میں تقسیم کر دئیے گئے۔ ہر گروپ کا افسر ایک ایسے شخص کو مقرر کیا گیا جو انقلاب کے لئے اپنی دس سالہ حسنِ خدمات کی وجہ سے ممتاز تھا۔ اور اس کام میں کچھ نہ کچھ تجربہ رکھتا تھا۔ ان افسروں کو نیو چائنا نیوز ایجنسی کے ایک خاص مراسلہ نگار کے ماتحت رکھا گیا جو نیوز رپورٹر کی حیثیت سے مرکزی کمیٹی کی نظروں میں نمایاں شخصیت کا حامل تھا۔ ہم بتیس کے بتیس افراد تو ایک ریل گاڑی کے نصف ڈبے میں بھر دیے گئے اور نصف حصہ اس کی قیام گاہ کے طور پر مخصوص کر دیا گیا۔ آگے کا ڈبہ اُسے لکھنے کے کمرے کی صورت میں تفویض کیا گیا۔ اور اس میں بجلی کے تاروں کا ایک عارضی اسٹیشن بھی قائم کر دیا گیا جو صرف اُسی کے لئے مختص تھا۔ جونہی کہ ریلوے اسٹیشن پر ہماری اس سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اس کی نہایت صفائی سے استری شدہ "روزویلٹ وولنز" Roosevelt Woolens اور

ٹہ جب جاپان سے لڑائی ہو رہی تھی تو چینی گورنمنٹ کو زخمی سپاہیوں کے لئے پریذیڈنٹ

(بقیہ صفحہ ۸۵ پر)

ایسن ہاور جیکٹ Eisenhower Jacket سے اندازہ لگا لیا کہ وہ کوئی بڑی اہم شخصیت کا مالک ہے۔ اس کے پُرصحت، دمکتے ہوئے چہرے اور باوقار اطوار سے ہمیں اس کی طرز زندگی کے متعلق پتہ چل گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ مزدور اور کسان طبقے کا کوئی پُرانا پارٹی ممبر نہیں ہے۔ بعدازاں ہمیں معلوم ہوا کہ وہ ڈویژن لیول Division Level کا ایک اسٹاف افسر ہے۔ اور خورد و نوش کے متعلق اُسے انفرادی طور پر رعائتیں حاصل ہیں (یعنی کھانے کی میز پر اس کے لئے انفرادی طور پر بہرے وغیرہ متعین کئے گئے ہیں) اور وہ ایک علمی اور ادبی شخصیت کا حامل ہے۔ جو چنگھائی اور پی نان کے زمانۂ قیام میں اخبارات کے لئے مقالے لکھا کرتا تھا، اس کے لئے ایک خاص باورچی ایک خاص محافظ سپاہی، ذاتی ریڈیو مین اور ذاتی شوفر مقرر کئے تھے۔

گاڑی میں سوتے وقت بڑی تکلیف کا سامنا ہوتا تھا۔ دن کے وقت تو کسی طرح گھُس گھُسا کر اس مال گاڑی کے ڈبے میں بسر ہو جاتی اور کوشش یہی رہتی کہ کوئی آرام دہ طرز نشست مل جائے، لیکن رات کے وقت ہم فرش پر سوتے اور اپنی ٹانگوں کو سکیڑے رکھتے تھے۔ اگر کوئی شخص پاؤں

(بقیہ صفحہ ۸۴) روز ولٹ کی طرف سے بہت سے کپڑے تحفہ کے طور پر ملے تھے بادامی اور ارغوانی رنگ کی وردیاں جمہور میں روزولٹ ولنز کے نام سے مشہور تھیں۔

پھیلاتا تو وہ کسی کامریڈ کے سر سے جا ٹکراتے تھے۔ ان گیارہ عورتوں میں سے جو جمہوری مراسلہ نگار بننے کے لئے ہمارے ساتھ جنوب کا سفر کر رہی تھیں ایک کا تعلق ینگ چنگ[1] Yengching یونیورسٹی سے تھا۔ اُس نے بعد ازاں تحریر کیا کہ ہم اس مال گاڑی کے ڈبے میں اس طرح بھرے ہُوئے تھے جس طرح برتن میں کوئلہ۔ قدرتی طور پر اس کے مضمون کو اس تنقید کا ہدف بنایا گیا کہ "اس کے تصوّر میں کوئی زور نہیں ہے"۔ اس کے اضافی الفاظ میں "کوئی موقف نظر نہیں آتا" اور وہ "پرانے خیالات سے معمور ہیں"۔

یہ اژدھامی کیفیت صرف رنگروٹوں اور چھوٹے طبقے کے پارٹی ممبروں کے لئے روا رکھی گئی تھی۔ بڑے درجے کے اسٹاف افسروں کو کافی جگہ مہیا کی گئی تھی۔ وہ بار بار ہماری دلدہی کے لئے یہ نعرہ دُہرا دیتے۔ کہ "مصائب ہیرو کے لئے خورد و نوش کا کام دیتی ہیں"۔ اِس نعرہ کی ایجاد کے لئے غالباً یہ چینی کہاوت محرک ہوئی تھی کہ "وہ جو سب سے زیادہ

---

[1] پی پنگ میں ڈاکٹر جے لیہٹن سٹوارٹ Dr, J. Lieghton Stuart پرسیس بی ٹیرین Presbyterian پادری نے جو اُس کا ستائیس سال تک پریذیڈنٹ رہا۔ ۱۹۴۶ء میں استعفیٰ دے دیا۔ تاکہ وہ چین میں یونائیٹڈ سٹیٹس کے سفیر کے طور پر کام کر سکے۔

تکلیفیں اُٹھاتا ہے اپنے ساتھیوں سے سربلند رہتا ہے۔" تاہم ایک شخص کی سربلندی کا یہ تصور جاگیردارانہ تھا۔ ہیرو کے لفظ کو جو نئے معنی پہنائے گئے تھے۔ ان کا مطلب جمہوری یا اجتماعی ہیرو تھا نہ کہ انفرادی ہیرو۔

اگر ہم جنہیں اِس طرح ٹھونس ٹھانس کر بھر دیا گیا تھا "جمہوری ہیرو" بننے پر فخر کرتے تو ان لوگوں کو جنہیں ٹرین میں کافی جگہ میسّر تھی "غیر ہیرو" کے ناموں سے متصف ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن اگر ہم اِس معاملہ کو زیر بحث لاتے یا اس سلوک کا مقابلہ جو ہم سے کیا جارہا تھا اس سلوک سے کرتے جو ہمارے بڑے افسر اور اس کی "معشوقہ"[1] کے لیے مخصوص تھا تو ہمیں "جھوٹے مساوات" کے جذبہ کے اظہار کے لئے مطعون کیا جاتا۔

ایک دفعہ ہماری گفتگو کا رُخ اس ناگوار واقعہ کی طرف پھر گیا جو ہمیں پی پنگ سے رخصت ہوتے وقت پیش آیا تھا وہ یہ کہ تنظیمی انجمن میں ہمارے متعلق کچھ "فیصلے" زبردستی کر دیے گئے تھے۔

روانگی سے پہلے شام کے وقت چھوٹے چھوٹے گروپوں کے "تنقیدی اجلاس" منعقد کئے جاتے تھے۔ ان اجلاسوں میں ہر ایک شخص کو حق حاصل تھا کہ وہ کامریڈوں کے متعلق جو دوسری صبح کو وہاں سے رخصت ہو رہے تھے رائے

---

[1] تنظیمی انجمن نے چین میں "بیوی" کے لفظ کو خارج کر کے اُس کی جگہ "معشوقہ" کا لفظ مقرر کیا تھا۔ شادی سے پہلے "عورت" کو صرف "کامریڈ" کہا جاتا تھا۔

زنی کرے۔ سازشیوں کی راؤں کو ملخص کیا گیا اور ان پر تنظیمی انجمن کے فیصلوں کی بنیاد رکھی گئی۔ ہمیں بعد ازاں معلوم ہوا کہ یہ فیصلے تنظیمی انجمن سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کے لئے خواہ وہ کسی رتبہ کا ہو اور خواہ وہ پارٹی کا ممبر ہو یا نہ ہو نہایت اہم دستاویزات متصوّر ہوتی تھیں۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ یا ایک ملازمت سے دوسری ملازمت پر تبادلے کے وقت انہیں خاص طور پر زیرِ نظر رکھا جاتا تھا۔

ایک لڑکی کامریڈ جو ایک صبر آزما اذیت کا شکار ہو چکی تھی۔ اِس ڈر سے کہ سازشی جو گاڑی کے ڈبّے میں دُوسری طرف بیٹھے ہوئے تھے ہماری گفتگو کو سُن نہ لیں، دبی زبان میں کہنے لگی "انہوں نے میرا نام امیر خاندان کی دوشیزہ رکھ دیا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ میری پرورش میرے والد کے نجس روپے اور گودام کی ناپاک اشیائے فروخت سے ہوئی ہے۔ اور مجھے پروان چڑھانے کے لئے کسانوں کو اپنا خون اور پسینہ ایک کرنا پڑتا تھا۔ انہوں نے اِدّعا کیا کہ ایّامِ طفولیت میں میرے بائیں طرف نوکر تھے اور دائیں طرف غلام، کاش کہ تم دیکھ سکتے کہ انہوں نے میرا کس طرح مذاق اُڑایا جب کسی نے یہ کہہ دیا کہ یہ تو محض اولوالعزمی کے کاموں کی تلاش میں انقلاب میں شامل ہوئی ہے"۔

ایک انیس (۱۹) سالہ پناہ گزین طالب علم جو شمال مشرقی چین کا رہنے والا

تھا بول اُٹھا "میرے ججوں نے بڑی رحم دلی سے میرے مقدّمے کو ختم کر دیا۔ پہلے تو وہ میرے والد کے جاگیر دار ہونے کے معاملے کو طول دیتے رہے اور پھر یہ قصہ لے بیٹھے کہ مَیں شمال مشرقی چین کی آزادی کے بعد کس طرح پی پنگ میں پہنچا تھا۔ اُنھوں نے میرے پی پنگ آنے کی یہ وجہ بیان کی کہ میں جُرم شمار کرنے والی اور سزا دینے والی انجمنوں کے سامنے حاضر ہونا نہ چاہتا تھا۔ ایک کامریڈ نے شماتت آمیز لہجے میں کہا کہ اگر میں پی پنگ کی رہائی سے پہلے وہاں سے بھاگ بھی جاتا تو انقلاب آسمان کے آخری حصّے تک بھی میرا پیچھا نہ چھوڑتا۔ لیکن مَیں نے دو مہینے کے دوران غور و فکر میں جو کچھ ترقی کا ثبوت دیا ہے، کے لئے مجھے جمہوری نامہ نگار کے طور پر کام کرنے کا موقع دے دینا چاہیئے۔ اور اب اُنھوں نے اس خیال سے مجھے اِس سفر پر بھیج دیا ہے کہ اُن جرموں کی تلافی کر لوں، جو جمہور کے برخلاف مجھ سے سرزد ہوئے تھے پھر اُس نے میری طرف مڑتے ہوئے پُوچھا " تمہارے متعلق کیا فیصلہ دیا گیا تھا؟"

مَیں مُسکرا دیا۔ وہ اتنا کم سِن نظر آتا تھا اور ساتھ ہی مُحسن بھی۔ " اتنے پریشان نہ ہو، میرے دوست!" میں نے جواب دیا۔ " یہ پاگل پن تو ہے ہی مگر اِس کے متعلق تم کر ہی کیا سکتے ہو؟ اُنھوں نے مجھے تو ایسے تعلیم یافتہ افراد میں شامل کر رکھا ہے جن کے دل میں محنت کے لئے کوئی عزت موجود

نہیں۔ اور ان کی میرے متعلق یہ رائے ہے کہ اتنا ناسمجھ ہوں کہ میرے خیال میں جنوب میں کام کرنے والے گروپ میں شامل ہونا ایک مختلف نوع کی خدمت ہے۔ اب میں سمجھ گیا ہوں کہ ملازمت کے متعلق میرا یہ تصور صحیح نہ تھا۔ میں کسی عالی خاندان سے تعلق نہیں رکھتا۔ اور آزادی سے پہلے میرے کوئی سیاسی روابط بھی نہ تھے۔ اس لئے میرے زیج مجھ پر صرف یہی الزام لگا سکے کہ مجھ میں ولولہ، اصول عمل اور سپاہیانہ جوش کی کمی ہے اور میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ایک نیک آدمی بن جاؤں، مجھ میں ولولے کی کمی سے یہ مطلب تھا کہ پرانے سماج کی رُوح ابھی تک مجھ میں موجود ہے۔ اور کسی اصولِ عمل کے نہ ہونے سے وہ لوگ یہ مراد لیتے تھے کہ عوام اور سازشیوں میں صحیح امتیاز کبھی رَوا نہیں رکھا، بلکہ اُن کے ساتھ اس طرح سلوک کیا کہ گویا وہ تنظیمی انجمن میں یکساں رُتبے کے حامل ہیں، اور مجھ میں "سپاہیانہ جوش" کی کمی کا نتیجہ یہ تھا کہ مَیں نے پس ماندہ جمہور کے خلاف تنظیمی انجمن کی کبھی مدد نہ کی، میرے نیک آدمی بننے کی خواہش اس لئے غلط ہے کہ مجھے اس کے عوض ایک وفادار انقلابی کامریڈ بننا چاہیئے پس تم دیکھتے ہو کہ اس معاملہ میں ہم بالکل مجبور ہیں۔ ہم جو کچھ کہیں یا کریں اُسے غلط تصور کیا جاتا ہے۔ پاگل ہو جانے سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ ہم اس قدر تلخ کام ہو جائیں کہ ان تمام مصیبتوں کے وجود

پر جی بھر کر ہنس دیں۔ کیا تم یہ خیال نہیں کرتے ہو کہ میرے جرائم، جرائم ہونے کی صورت میں بالکل مضحکہ انگیز ہیں۔

"نہیں" میرے نوجوان دوست نے جواب دیا۔

"تو پھر میں تمہیں بتادوں کہ اُنھوں نے میری سیرت شناسی میں از حد مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے۔ اس سے پہلے مجھے قطعاً معلوم نہیں تھا کہ مَیں انسانی صفات سے اس قدر متّصف ہوں۔"

یہ بات سُن کر وہ مُسکرا دیا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ اُس کی پریشانی رفع ہو گئی ہے۔ اِس لئے مَیں نے اطمینان سے کہا: "لیکن جب تمہیں ہنسی آئے تو اپنے جی میں ہنس لو۔ اور کچھ عرصے کے لئے اُسے راز کی طرح پوشیدہ رکھو۔"

پُرانے سماج میں خبروں کی بہم رسانی کو آزادانہ اور شریفانہ پیشہ سمجھا جاتا تھا اور جب جریدہ نگار کسی قابلِ ذکر واقعہ کی خبر بھیجتا تو اُسے سیاست سے کوئی واسطہ نہ ہوتا تھا۔ اگر وہ کسی واقعہ کے متعلّق واقعیّت پر مبنی بیان مرتّب کر دیتا تھا تو اُس کا کام قابلِ تعریف متصوّر ہوتا تھا۔ اپنی متناسب واقعیّت پسندی کی وجہ سے ایک مراسلہ نگار کو پُرانے سماج میں قابلِ احترام مناصب اور حقیقی سماجی مراتب حاصل تھے۔ لیکن نئے سماج میں ایک پُرانے طرز کے نامہ نگار کے لئے یہی واقعیت پسندی

ناقابلِ عفو جرم خیال کی جاتی تھی۔ جب ہم ریل گاڑی میں بیٹھے جنوب کی طرف سفر کر رہے تھے تو ہمیں بتایا گیا کہ یہ واقعیت پسندی ایک پس ماندہ قسم کا تصوّر تھا۔ کیونکہ پُرانی طرز کے نامہ نگار لوٹ مار میں پُرانے حکمران طبقے کے ممد اور معاون رہے تھے۔ اور اب جو عوام بیدار ہونے کے خلاف شدید قسم کی نفرت کا اظہار کر رہے تھے۔ اُس کی ذمّہ داری ان پر عائد ہوتی تھی۔ ہمارے اعلےٰ اسٹاف افسر نے ہمیں بتایا کہ اس واقعیت پسندی کی بنا پر نامہ نگاروں کو "بے تاج بادشاہ" کے نام سے پکارنا پُرانے سماج کی جہالت تھی۔ پُرانی طرز کے نامہ نگاروں کو اصلاح کی ضرورت ہے۔ اور انھیں چاہیئے کہ کچھ عرصہ کے لئے نئے غور و فکر سے مستفید ہوں، اُنہیں بیدار ہونا اور ترقّی پذیر بننا پڑے گا۔ اس لئے اس جاہلانہ تصوّر کو کہ وہ بے تاج بادشاہ ہیں، ہمیں حرفِ غلط کی طرح مٹا دینا چاہیئے۔ اب ہم جمہوری نامہ نگار ہیں۔ اِس لئے ہمیں وہ نیا اور خوبصورت تاج قبول کر لینا چاہیئے جو نئے حکمران طبقے نے ہمیں پیش کیا ہے۔

ہچکولے کھاتی ہوئی گاڑی میں اُس کے الفاظ میرے لئے شراب سے لبریز ساغر کا کام دے رہے تھے۔ مجھے وہ دن یاد آ گئے جب میں جنگِ جاپان کے زمانہ میں چنگ کنگ Chung King میں مقیم تھا اور مجھے ایک پارٹی ممبر سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا تھا جو نیو چائنا ڈیلی

New China Daily کا مراسلہ نگار تھا۔ اُس نے اس بات پر زور دیا کہ خبروں کے لئے "صحیح" ہونا ازحد ضروری ہے۔ اس وقت بھی مَیں نے اندازہ لگالیا تھا کہ "صحیح" خبر لازمی طور پر کسی واقعہ کو دیانتدارانہ طور سے رپورٹ کر دینے پر دلالت نہیں کرتی۔ خبر اسی حالت میں صحیح سمجھی جاسکتی ہے کہ وہ پارٹی لیڈروں کے نکتۂ نظر سے مطابقت رکھتی ہو۔ اس نے اس بات کی تصریح کرتے ہوئے کہا کہ خبر کو صحیح بنانے کے لئے تین باتوں کی ضرورت ہے۔ یعنی غیر املاکی طبقے کا مُوقّف، مادیت کا زاویۂ نگاہ اور مدلّل طریقۂ تحریر۔ اُس نے فخریہ انداز سے بیان کیا کہ خبروں کی تلاش میں اس کا پریس کارڈ ہر جگہ کارآمد ثابت ہو سکتا ہے، اور اُسے چین کے جنگی دارالخلافہ چنگ کنگ Chungking کے تمام دفتروں، سیاسی جماعتوں اور گروہ بندیوں تک رسائی حاصل ہے۔ کیونکہ پریس میں اس کی شخصیت بڑی اہم سمجھی جاتی ہے۔ "کیا تم تصوّر نہیں کرتے؟" اُس نے کہا کہ جاگیردار طبقے کے مراسلہ نگار صرف وہی کچھ بیان کرسکتا ہے جو دُنیا میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس عوامی مراسلہ نگار من گھڑت خبروں کے ذریعہ دنیا کی اصلاح کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

گاڑی ایک تکلیف دہ موڑ سے یک لخت جو مُڑی تو مجھے دھچکا سا

لگا اور میں اس خواب آور کیفیت سے جو مجھ پر طاری تھی بیدار ہو گیا۔ اسٹاف افسر اپنے تھکا دینے والے لہجے میں جمہوری نامہ نگاروں کی عظمت پر گفتگو کر رہا تھا۔ اور پھر اس نے کامریڈ پُولو Pu Lo کے چند الفاظ دہرائے جو مرکزی کمیٹی کا واحد ممبر تھا جس نے امریکہ میں تعلیم پائی تھی، یہ الفاظ اس کی زبان سے اس موقع پر نکلے تھے جب وہ جمہوری مراسلہ نگاروں کے فرائض پر تقریر کر رہا تھا۔ "یاد رکھنے کے قابل صرف ایک ہی نکتہ ہے۔" اُس نے کہا۔ "اور وہ یہ ہے کہ پارٹی کی پالیسی کا اعلان کرتے رہنے کو جمہوری نامہ نگار اپنا قابل عمل فرض تصور کریں۔"

ہمارے افسر نے اپنی گفتگو کے تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے ہمیں بتایا کہ سنگ یُوان Tsungyuen علاقے کے سرکاری اخبار کے کامریڈ مینیجر نے ایک دفعہ صاف گوئی کے ساتھ کہا تھا کہ "تمہارے خیال میں ہماری پارٹی نے اخباری کاروبار میں اس قدر روپیہ کیوں لگا رکھا ہے؟ محض اس لئے کہ صحیح خبر جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کا ایک سب سے اہم جزو ہے۔ صرف صحیح خبر ہی سپاہیوں میں انضباط اور اعتماد نفس پیدا کرتی ہے۔ اور ہر سپاہی کو اس جذبے سے متصف ہونا ازبس ضروری ہے۔"

اُس نے پھر باضابطہ طور پر اعلان کر دیا کہ "پارٹی کی مرکزی کمیٹی مراسلہ نگاری کو پارٹی کے لئے ناگزیر سمجھتی ہے۔ اور چونکہ یہ کام ازحد اہم تصور کیا جاتا

ہے ، اس لئے اگر تم نے ایک بار اس پیشے کو اپنا لیا ہے اسے پھر ترک کرنا ممکن نہیں ۔ اب زندگی بھر تمہیں یہی کام کرنا ہوگا ۔ اور جب تک اعلئے افسرانِ اسٹاف اس بات کی اجازت نہ دیں ان فرائض سے سبکدوشی ، رہائی یا کسی دوسرے کام پر تبادلہ قطعی طور پر ناممکن ہے ۔"

ہم حیران تھے کہ مرکزی کمیٹی کے ممبر ہمیں اس قدر اقبالِ احترام کیوں سمجھتے ہیں ، لیکن ہم سے اکثر اس قدر خواہش مند نہیں تھے کہ اپنی باقی عمر اسی شغل میں بسر کر دیں ۔ اس اصول کے اعلان نے کہ ہم اپنے فرائض منصبی میں اَدل بُدل نہیں کر سکتے ہمیں کچھ پریشان سا کر دیا ۔ اور کم از کم میرے دل میں کچھ شبہات سے پیدا ہو گئے ۔ میں سوچنے لگا کہ کیا چاؤ منگ تہ Chao Mung Teh نے آخر کار ایک پیشہ چھوڑ کر دُوسرا پیشہ اختیار نہیں کر لیا تھا ؟ کیا وہ کچھ عرصہ پہلے ایک مکار شاعر ۔ وزیر اور سیاست دان نہیں تھا جس نے اپنے بادشاہ کے برخلاف سازش کی ؟ اور کیا اب وہ ایک قومی ہیرو نہیں بن گیا ؟ اور اب پان چین نین Pan Chin-nien کا معاملہ لے لو ۔ کیا اُس نے ایک مستند عشق کے افسانے میں ایک فاحشہ عورت کا پارٹ سرانجام نہیں دیا تھا ؟ اور کیا اب اُس نے ایک مشہور و معرُوف تاریخی شخصیت کا روپ نہیں دھار لیا ؟ میں سٹاف افسر سے مطلق مبدّل اور غیر مبدّل نظریئے کے

متعلق کچھ استفسارات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے خاموشی مناسب سمجھی اور گاڑی کے ڈبّے میں بیٹھ کر اپنے اس نامہ نگاری کے مستقل اور زندگی بھر کے شغل کے متعلق قیاس آرائی کرنے لگا۔

ایک صبح گاڑی جنوبی تائی آن Taian کے اسٹیشن پر کھڑی ہوئی اور ایک ہوائی حملے کے اعلان کی وجہ سے ہمیں اس سے اُتر آنا پڑا۔ ہمیں ہدایت ملی کہ ہم دیہاتی علاقے میں اِدھر اُدھر پھیل جائیں۔ لیکن اس خیال سے کہ وقت اکارت نہ جائے۔ اُس نے ہمیں ہدایت کی کہ ہم جمہوری مراسلہ نگاروں کی حیثیّت سے اپنی پہلی اطلّاعات بہم پہنچائیں؛ "عوامی خبروں کی بہم رسانی کا کام مجموعی طور پر تفویض کیا اور سرانجام دیا جاتا ہے۔" اُس نے کہا "آزاد روی کی اجازت نہیں۔ جب تم قابلِ ذکر واقعات کو معرضِ تحریر میں لے آؤ گے تو انہیں تمہارے چھوٹے گروپوں میں غور و فکر اور منظوری کے لئے بھیج دیا جائے گا۔ اِن اطلاعات کا مدّعا ایک ہی ہے۔ لیکن اس بات کا خیال رہے کہ اطلاعات الگ الگ طور پر مرتّب ہوں اور انہیں اپنے خیالات سے ضرور مربُوط کیا جائے، اگر تم نکتہ چینی سے بچنا چاہتے ہو تو خیالات میں یکسانیّت کا ہونا ضروری ہے۔ تم لوگ ابھی نو آموز ہو اور ممکن ہے کہ تمہارے خیالات میں ابھی گنجلک موجود ہو۔ اب موقع ہے کہ تم ان کی تطہیر کر لو۔

ہم عارضی طور پر تین تین اشخاص پر مشتمل چھوٹے چھوٹے گروپوں میں تقسیم کر دئے گئے۔ اپنے چھوٹے گروپ کے تینوں ممبروں میں صرف مَیں ہی شمالی علاقے کا باشندہ تھا۔ مجھے حکم ملا کہ میں ایک سازشی خاتون کے ساتھ رہوں جو کبھی شنگھائی کے بنک میں ملازم تھی۔ وہ صوبہ چی کی آنگ Chekiang کے لہجے میں گفتگو کرتی تھی اور میرے لئے بھی اُس کی بولی کو سمجھنا ایک حد تک مشکل تھا۔ ہمارے گروپ کا تیسرا ممبر چین میں واپس آکر سنگ ہوا Sing Hua یونیورسٹی میں داخلہ لینے سے پیشتر سمندر پار کے علاقوں میں تعلیم حاصل کر چکا تھا۔ اگرچہ وہ صوبہ فوکین Fukien میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ کچھ نہ کچھ مندارین Mandarin زبان کو بول سکتا تھا جسے میں سمجھ لیتا تھا۔ ان دونوں نے فیصلہ کیا کہ میں ترجمان کے طور پر کام کروں۔

خوش قسمتی سے ہمیں رات پڑنے تک خبروں کے بہم پہنچانے کا موقع مل گیا۔ مَیں نے خوش قسمتی کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ جنوبی تائی ان Taian کے قرب و جوار میں صرف چند گاؤں واقع تھے۔ دیر تک پیدل چلنے کے بعد آخر کار ہم ایک چھوٹے سے گاؤں میں پہنچے جس میں پہلے تو زندگی کا نشان تک نظر نہ آتا تھا۔ اور ایک کُتا تک بھونکتا ہوا دکھائی نہ دیتا تھا۔ لیکن پھر ہمیں گاؤں کے پرلی طرف ایک شکستہ سی جھونپڑی کے چھپر

سے دُھواں اُٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ جھونپڑی کے پاس پہنچ کر ہم بے تکلّف داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت تھوڑی سی آگ کی مدد سے کھانا پکا رہی ہے۔ ہمارے اچانک آ جانے سے متحیّر ہو کر اُس نے اپنی نگاہیں اُوپر اٹھائیں۔ جب ہمیں جمہوری آزادی کی فوج کی وردیوں میں ملبوس دیکھا تو کچھ خوفزدہ سی دکھائی دینے لگی۔ "ڈرو نہیں" مَیں نے اُس سے کہا۔ "ہمیں پینے کے لئے تھوڑا سا پانی چاہیئے۔"

اُس نے نگاہ اُٹھا کر ہمیں دیکھا۔ لیکن میرے دوستانہ لہجے سے بھی اُس کے دل میں کوئی اعتماد پیدا نہ ہو سکا۔ پھر بھی اُس نے کچھ گرم پانی تین پیالوں میں ڈالا اور پیالے ہماری طرف بڑھا دیئے۔ ہم خاموشی سے پینے لگے۔ دو بہت دُبلے اور روگی سے بچّے دروازے میں کھڑے شرمیلی لیکن کچھ کچھ خوفزدہ نظروں سے اس طرح ہماری طرف دیکھ رہے تھے گویا کہ وہ جاننا چاہتے ہیں کہ ہماری وہاں موجودگی کا مقصد کیا ہے؟

سازشی خاتون نے سب سے پہلے پُوچھا۔ "بُڑھی امّاں! اب جو جمہور ملک میں انقلاب لے آئے ہیں۔ تو اُس کے متعلّق تمہارے کیا تاثرات ہیں؟"

مجھے ضعیفہ کو اس کا مطلب سمجھانے میں دُشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ چی کیانگ Chekiang کی بولی کا مقامی بولی میں ترجمہ کر دینا چنداں

مشکل نہ تھا۔ لیکن میں سازشی خاتون کے الفاظ کو روزمرّہ کی بول چال میں ڈھالنا چاہتا تھا تاکہ ضعیفہ کی سمجھ میں آ سکے۔ مختلف بولیوں اور اشاروں کی مدد سے آخر کار کئی کوششوں کے بعد میں اُسے سازشی خاتون کا مدّعا سمجھانے میں کامیاب ہو گیا۔ بوڑھی عورت کو معلوم نہیں تھا کہ آزادی کیا چیز ہے۔ لیکن اُس نے مبہم طور پر سُن رکھا تھا کہ ملک میں جنگ ہو رہی ہے۔ لیکن اُسے اس سے کیا؟ کچھ بھی نہیں۔ سوائے اس بات کے مختلف فوجیں غالباً زیادہ ٹیکسوں کا مطالبہ کریں گی۔ اور اس کے لئے معاملہ یہاں ختم ہو جاتا تھا۔

سازشی خاتون فطرتاً تحمّل سے عاری تھی۔ اُس نے اُس پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی گویا کہ ایک مشتبہ شخص کو مجبور کر رہی ہے کہ وہ اپنی رضامندی سے اپنے خلاف شہادت دے دے، سوال اس قسم کے تھے۔

"تم لوگوں کا آزادی کی فوج کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"کیا تم اس کے سپاہیوں کو پسند کرتی ہو؟"

"کیا رجعت پسند طبقے کے ساتھ تمہارے کوئی سیاسی روابط تھے؟"

"کیا چھوٹا املاکی طبقہ تم سے متشدّدانہ سلوک کرتا ہے؟"

بوڑھی عورت نے کبھی اُس کی طرف دیکھا اور کبھی میری طرف۔ میں نے

ترجمہ کرنا شروع کر دیا۔ لیکن میں زیادہ باتیں نہ کہہ سکا تھا کہ وہ بول اُٹھی۔

"ہاں۔ ہاں! یہ بہت اچھّی بات ہے۔ یہ بہت اچھّی بات ہے۔"

"اچھّی بات کس طرح ہے؟ کیا یہ تمہارے خیالات سے مربُوط ہے" سازشی خاتون مُصر ہوئی۔

"یہ اچھّی بات ہے۔ یہ اچھّی بات ہے!" بُوڑھی عورت نے جواب دیا۔ صریحاً وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکی تھی۔ لیکن دوسری عورت کے اصرار انگیز لہجے کو بُرا منا رہی تھی۔ "یہ اچھّی بات ہے۔ یہ اچھّی بات ہے۔" وہ بار بار ان الفاظ کو دُہراتی رہی اور کھانا پکانے میں مصروف رہی۔

جس وقت بوڑھی عورت بڑی دقّت سے قدم اُٹھاتے ہوئے کمرے میں اِدھر اُدھر پھر رہی تھی۔ تو اس کی تھوڑی سی آگ بھی بُجھ گئی۔ مَیں نے خاتون کامریڈ کو ٹھوکا دیتے ہوئے کہا۔ "آگ پھر جلا دو۔" اُس نے خموشی سے میری طرف دیکھا اور پھر اُٹھ کر آگ جلانے لگی۔ میں نے بوڑھی عورت کو اپنے پاس بٹھا لیا اور جتنے نرم انداز سے ہو سکا کوشش کی کہ وہ اپنے متعلق کچُھ بات چیت کر سکے۔ آخر کار اُس نے مجھے بتایا کہ اس کا خاوند کھیتوں میں مزدوری کرتا تھا۔ اور اب وہ مر چکا ہے۔ اِس لئے اُس کے اکلوتے بیٹے نے اپنے باپ کے پیشے کو اختیار کر لیا ہے۔ ان کی ملکیت میں چپّہ بھر بھی زمین نہیں۔ دنیا میں اُن کی جائداد صرف ایک بودی سی جھونپڑی

پر مشتمل ہے جو انھیں بارش سے پناہ دیتی ہے۔ ان کا گزارہ صرف اس معمولی سی اجرت پر ہے جو وہ خود چرخہ کات کر اور اس کا بیٹا کھیتوں میں محنت مزدوری کر کے حاصل کرتا ہے۔

آگ جل اُٹھی تو بوڑھی عورت اُٹھ کھڑی ہوئی اور سازشی خاتون کا شکریہ ادا کیا۔ اُس نے احترامانہ طور پر اس کے لئے کوئی ایسا لفظ استعمال کیا جو "بیگم" کے ہم معنی تھا۔ خاتون کامریڈ کو یہ لفظ اس قدر ہتک آمیز لگا کہ وہ برافروختہ ہو گئی اور ہمیں فوراً جھونپڑی سے باہر نکل آنا پڑا۔ باہر آتے ہوئے میں نے بچوں میں سے ایک کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا لیکن وہ جھجک کر پرے ہٹ گیا۔

جب ہم ٹرین کی طرف واپس جا رہے تھے۔ تو خاتون کامریڈ نے جھنجلا کر کہا " بوڑھی عورت اپنے خیالات میں اس قدر پختہ ہو گئی ہے۔ کہ اُسے بیدار کرنا ناممکن ہے "۔

" لیکن میں نے مسکراتے ہوئے کہا " تمہیں اعتراف کرنا پڑے گا کہ اس کا طبقاتی رویہ اور حیثیت دونوں کے دونوں قابلِ تعریف ہیں۔ وہ اتنی غریب ہے کہ رجعت پسندانہ خیالات اس کے دل میں آ ہی نہیں سکتے "۔

" وہ اتنی جاہل اور گنوار ہے کہ انقلابی تصوّرات اس کے فہم سے

بالا ہیں۔"

"خدا کی پناہ" میں نے جواب دیا۔

ہمارا گروپ سب سے آخر میں اسٹیشن پر پہنچا۔ آتے ہی ہمیں ایک جلسے میں شامل ہونا پڑا۔ جس کی صدارت چھوٹے گروپوں کا ایک لیڈر کر رہا تھا۔ تین اشخاص نے ابھی ابھی اس بات کا تذکرہ کیا تھا کہ وہ کس طرح ایک باحیثیت گھر میں داخل ہوئے جو چاروں طرف سے ایک اونچی پہاڑی سے گھرا ہوا تھا۔ انہوں نے اس گھرانے کے آدمیوں سے نہ صرف بڑی دل چسپ گفتگو کی، بلکہ ان کی پیش کردہ چائے نوش کی۔ اور سگرٹ بھی پیئے۔ لیڈر جھلّایا ہوا تھا۔ اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ یہ تین شخص کسی مستحکم زاویۂ نگاہ کے مالک نہیں انہوں نے ایک جاگیردار کی دعوت قبول کر لینے سے بداطواری کا ثبوت دیا ہے۔ کیونکہ انقلاب اِس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ اُس کے پیرو ہزار سالہ جاگیردار طبقے کے خاندانوں سے ربط ضبط پیدا کریں۔ اِس لئے ان تین شخصوں نے ہمارے اصول کی بُری طرح تضحیک کی ہے۔"

سازشی خاتون نے میرے بازو کو چھوتے ہوئے دبی دبی زبان سے کہا۔

"دیکھو آج ہم نے اطلاعات بہم پہنچانے کے لئے از حد صحیح موضوع کا انتخاب کیا ہے۔"

میں نے اُسے کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ عوامی نامہ نگار کی حیثیت سے اپنی پہلی بار کی فراہم کردہ واقعات کو کس طرح ضبطِ تحریر میں لاؤں۔

پانچواں باب

زندگی کے تجربوں میں اضافہ

ریل گاڑی کے وسطی چین کے شہر چنگ چو Chengchow پہنچنے سے پہلے ہی ہم نے اپنے تفریحی سفر کے متعلّق رپورٹیں مرتّب کر لی تھیں۔ ہدایات کے مطابق بتّیس کے بتّیس بیانات کی طرزِ تحریر تو مختلف تھی لیکن نفسِ مضمون قریب قریب ایک سا تھا۔ چند ممبروں نے پی پنگ Pei Ping سے چنگ چو Cheng-chow تک ریلوے کے سفر کے متعلّق اپنے ذاتی تاثّرات کا اظہار کیا۔ ان میں وہ لڑکی بھی شامل تھی جس کے خیال میں ہم نے گاڑی کے ڈبّے میں اس طرح دن گزارے تھے جس

طرح کسی برتن میں پڑے ہوئے کوئلے کے ٹکڑے ہوں۔ لیکن ان سب پر کڑی تنقید کی گئی۔ اِس لئے کہ وہ "صحیح تصوّر" سے ہٹ گئے تھے۔ دوسروں نے ایک دو چھوٹی چھوٹی کہانیاں اس گفتگو کے متعلق بیان کر دیں جو دورانِ سفر میں اُنھوں نے کسان لوگوں سے کی تھی۔ باقیوں نے اپنے تفریحی سفر کی تفصیل تحریر کی۔ ہمیں خیال تھا کہ ہماری رپورٹیں معیاری قسم کی تصوّر کی جائیں گی۔

ہمیں چنگ چو Cheng-chow میں کچھ عرصے کے قیام کے لئے احکام مل چکے تھے۔ اس لئے ہماری رپورٹیں چھوٹے گروپوں کے اجلاس میں زیرِ بحث لائی گئیں۔ اور پھر اجتماعی تجزیئے کے لئے بڑی جماعت میں بھیج دی گئیں۔ بعض خاتون کامریڈیں نہیں چاہتی تھیں کہ ان کے مضامین بڑی جماعت میں بلند آواز سے پڑھے جائیں۔ لیکن بے کس و مجبور تھیں۔ اور آخر اُنھیں ہر قسم کی تنقید کے سامنے جن کا وہ ہدف بنیں سر جھکا دینا پڑا۔ ان میں سے ایک نے اپنے ان دو سفروں کا ذکر کرتے ہوئے جو اس نے انقلاب میں شامل ہونے سے پہلے سِن پُو Tsin-Pu ریلوے لائن پہ کئے تھے" اپنے وطن کو پھر دیکھنے کی خواہش" کا اظہار کر دیا۔ اُسے کبھی توقع نہ تھی کہ" وطن کو پھر دیکھنے کی خواہش" کے الفاظ اتنی لمبی اور تند و تلخ بحث کے محرّک ہوں گے اور وہ غیر ارادی طور پر شدید نکتہ چینی کا طوفان سا کھڑا کر دیگی۔

جب کافی بحث ہو چکی تو چھوٹے گروپ کے ایک لیڈر نے اس سے پوچھا کہ "وطن کو پھر دیکھنے کی خواہش کے الفاظ کا عملی مفہوم کیا ہے۔ دورانِ بحث میں لڑکی اِس قدر جوش میں آگئی کہ وہ لیڈر کے سوال کا جواب نہ دے سکی۔ اُس نے اپنے سوال کو دُہرایا۔ اور پھر جھلّا کر کہنے لگا "وطن کو پھر دیکھنے کی خواہش" کا مطلب یہ ہے کہ تم ماضی کو فراموش نہیں کر سکتیں۔ کیا مَیں غلط تو نہیں کہہ رہا؟ اور اس لئے تمہارا مطلب یہ ہے کہ نیا نظام پرانے نظام کی طرح پسندیدہ نہیں ہے۔ کیا تم محسُوس نہیں کرتیں کہ تم ہمیں یہ بتا رہی ہو کہ تم ابھی تک "بیدار" نہیں ہوئیں۔

ایک اور لڑکی کی رپورٹ کا بھی بڑی باریکی سے تجزّیہ کیا گیا۔ اس کی غلطی یہ تھی کہ اُس نے اپنی رپورٹ کا بہت سا حصّہ موسم کی تفصیل اور اس امر کے بیان میں صرف کر دیا تھا کہ جوں جوں ہم جنُوب کی طرف جائیں بارش بڑھتی جاتی ہے۔ مختلف تنقیدوں میں سے جو اس پر کی گئیں ایک یہ تھی کہ اُس نے اپنے خیالات کے اظہار میں جرأت سے کام نہیں لیا۔ سیاست کے عوض فضول باتوں کو معرضِ بحث میں لانا پُرانا تصوّر تھا۔ لیڈروں میں سے ایک نے اس سے پوچھا "ایسی رپورٹ کے لکھنے سے تمہارا مدّعا کیا تھا؟ کن باتوں سے تمہیں اتفاق ہے اور کن باتوں سے اختلاف؟" کسی صحیح موضوع یا صحیح تصوّر یا صحیح طرزِ تحریر کا انتخاب ازحد دُشوار

تھا۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ ہمارے صحیح تصوّر کو ہمارے لیڈر بھی صحیح خیال کریں۔ مثلاً ایک کامریڈ نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ اپنے سفر کے دوران میں اسے نئے چین کے غیر سنجیدہ پہلو کا تجربہ حاصل ہوا ہے۔ چھوٹے گروپ کے ایک لیڈر نے اس پر دو اعتراضات کیئے۔ اوّل یہ کہ کیا اس نے اپنے سفر کے شروع کرنے سے پیشتر بھی نئے چین کے غیر سنجیدہ پہلو کا مطالعہ کیا تھا؟ اور اگر نہیں کیا تھا۔ تو کیوں نہیں؟ دوسرا یہ کہ کیا نئے چین کا کوئی تاریک پہلو بھی ہے؟ میں کمرے کے سامنے رُخ پر بیٹھا ہوا آسانی سے کامریڈ کی پریشانی کا اندازہ کر سکتا تھا۔ لیڈر نے اپنی گفتگو کے تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے کہا "عوامی نامہ نگار کی حیثیت میں تم پر صرف ایک ہی فرض عائد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ تم انقلاب کی تعریف میں رطب اللسان رہو اور سپاہیوں کے انضباط اور اعتماد نفس کو بلند کرو۔ اور جہاں تک نئے چین کے "تاریک پہلو" کا تعلق ہے۔ اس کا ذکر تک نہ کرو۔ کیونکہ انقلابی کیمپ میں اس کا کوئی وجُود نہیں"۔ پھر اُس نے ہم سے پُوچھا "کیا میں نے اِس نکتۂ نظر کی بخوبی وضاحت کر دی ہے؟"

بے دھیانی کے عالم میں میں نے اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر پُوچھا۔ کہ "اب جو ہم سب کے سب نئے چین کا جزو ہیں۔ ہماری "نادرستیوں"

پر اس طرح کی تنقید "کیا نئے چین کا تاریک رُخ نہیں ہے؟" لیڈر نے مجھے غضب ناک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ جس طریقے سے تم نے سوال کیا ہے، قطعاً غیر صحیح ہے۔ اگر نئے چین میں کوئی "تاریک رُخ" موجود ہے۔ تو اُسے تاریک رُخ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ ایک معمولی سی غلطی یا ایک غیر اہم سا مسئلہ تصور کیا جا سکتا ہے۔ "تاریک" کا لفظ صرف چھوٹے املاکی طبقے کی لغت میں شامل ہے۔ انقلابی کیمپ میں تاریکی کہیں نظر نہیں آتی۔ کیا تم اس بات میں مجھ سے متفق نہیں ہو؟"

دُوسری طرف اگر کسی رپورٹ میں نئے چین کے "روشن رُخ" کی صحیح تفصیل موجُود تھی۔ تو ان رپورٹوں کو لیڈروں نے بہت سراہا۔ جس رپورٹ کی سب سے زیادہ تعریف ہوئی۔ وہ اس موضوع پر تھی کہ "وسطی چین کے عوام محاذ جنگ کے سرگرمی سے مؤیّد ہیں۔" مصنّف نے سُوشو Suchow کے کسانوں اور مزدُوروں کے مقولے کثرت سے نقل کئے تھے۔ "ہم برف میں جم کر اور بھُوکے رہ کر مر جانا پسند کریں گے۔" ایک کسان نے اُس سے کہا تھا کہ ہم بہت مصیبتیں جھیل رہے ہیں۔ لیکن ہم رجعت پسندوں کو موقع نہ دیں گے کہ وہ فتح حاصل کر سکیں"۔ ایک اور مزدُور یا کسان کا قول تھا کہ "رجعت پسندوں کو مکمّل طور سے مٹا کر ہم اچھے زمانے کو پھر واپس لے آئیں گے۔ اور اس کے لئے اگر ہمیں چند سال بھُوک منگوں

کی طرح بھی بسر کرنے پڑے تو ہم اس میں مسرّت محسوس کریں گے۔" مصنّف نے عوام کے ایک اور نعرے Sologan کا ذکر بھی کیا جو اُس نے چند کسانوں کو مسرورانہ انداز سے لگاتے ہوئے سُنا تھا۔" ہم اپنے دل و دماغ اور قوّتِ ارادی سے محاذ جنگ کے ممد و معاون ہیں۔"

مصنّف نے اپنی رپورٹ اتنی اچھی مرتّب کی تھی کہ اگر جنوبی سفر کے دوران میں مجھے متعدّد بار اس سے ملنے اور وہ کچھ دیکھنے کا موقع نہ ملتا جو اُس نے دیکھا تھا۔ تو مَیں اس پر مکمّل طور سے اعتماد کر لیتا۔"

میری اصلی تجویز یہ تھی کہ میں ان تارک وطن کسانوں کے مصائب کے متعلّق رپورٹ لکھوں جنہیں مَیں نے اپنی چند بچی کھچی چیزیں پیٹھ پر لادے انتہائی تکلیف کی حالت میں ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ گھسٹ گھسٹ کر چلتے ہوئے دیکھا تھا، میرا ارادہ تھا کہ اس میں اس بوڑھی عورت کی بے حسی اور جہالت کا تذکرہ بھی کر دیتا جو میری پہلی چھان بین کا موضوع بنی تھی۔ لیکن جب محاذِ جنگ کے لئے وسطی چین کے جمہور سرگرمی سے ممد اور معاون ہیں" کے متعلّق رپورٹ پڑھی گئی اور اس کی از حد تعریف کی گئی تو مَیں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ مجھے جمہوری نامہ نگار ساتھیوں کی معیّت میں معلوم ہو گیا کہ مجھے بھی اپنے "صحیح تصوّر" کے اظہار کی ابتدا ایسے ہی جملوں سے کرنی چاہیئے کہ ایک کارخانہ کے مزدور نے مجھ سے یہ بات کہی، اور ایک

کسان مزدور نے مجھ سے وہ بات کہی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں اس سے تنگ آگیا۔ لیکن ہمارا فرض یہ تھا کہ خواہ ہم اس کام میں جو ہم کر رہے ہیں دلچسپی لیں یا نہ لیں۔ پھر بھی صرف اطاعت اور تصور کی صحت کو اپنا شعار بنالیں۔

پھر بھی مجھ سے بہت سی غلطیاں سرزد ہوئیں اور ان میں سے بعض احمقانہ بھی تھیں۔ جولڑکی "دولت مند خاندان کی دوشیزہ" کے نام سے مشہور تھی اُس نے وہی کہانی دو دفعہ مختلف رپورٹوں میں بیان کر دی۔ اگر اس نے کچھ تبدیلی کی تو اتنی کہ بعض جگہوں اور لوگوں کے نام بدل دئیے۔ اُس کا یہ راز کھل گیا اور بعد کے اجلاس میں وہ سخت نکتہ چینی اور تنقید کا ہدف بنائی گئی۔ جلسہ ختم ہو گیا تو ہمارے اعلے سٹاف افسر نے (مشہور و معروف نامہ نگار جسے سفر کے دوران میں گاڑی کا آدھا ڈبہ اپنے ذاتی استعمال کے لئے ملا تھا) رائے دی کہ ہم "کہ لی کنگ Keh-Li-Kung کے خلاف تحریک" منائیں۔ اُس نے کہا جیسا کہ تم جانتے ہو کہ Keh-Li-Kung ایک سوویٹ نامہ نگار تھا۔ جس نے اپنی شہرت من گھڑت خبروں کی مدد سے حاصل کی۔ تم نے یہ کام نیا نیا سنبھالا ہے۔ اِس لئے میری تجویز یہ ہے کہ جب تک تمہاری تحریر میں پختگی نہیں آجاتی تمہیں چاہیئے کہ انقلابی اصولوں کے متعلق اور واقفیت بہم پہنچاؤ اور زندگی کی

بابت اور تجربہ حاصل کرو۔ فی الحال یہی بہتر ہے کہ تم نے جو کچھ خود دیکھا اور سُنا ہے، اُسی کو اپنی رپورٹوں میں بیان کر دو۔ ابھی ہم نہیں چاہتے کہ ہم میں کوئی کہ لی کُنگ Keh-Li-Kung پیدا ہو۔ میرے خیال میں مَیں نے اپنے نکتۂ نظر کی کافی وضاحت کر دی ہے۔"

مجھ پر یہ بات واضح نہ ہو سکی کہ ہم اپنی زندگی کا تجربہ کب تک حاصل کر لیں گے، ہر روز ہمارے تین اجلاس منعقد ہوتے جن میں صبح، سہ پہر اور شام کا اکثر حصّہ صرف ہو جاتا تھا۔ ہمارے لیڈرس کو وقت کا تصوّر مُطلق نہ تھا چنانچہ جلسہ شروع ہوتا تو ہم قطعی طور پر نہ کہہ سکتے تھے کہ کب ختم ہو گا۔ ہمارے لئے زندگی کا تجربہ غور و فکر اور بحث۔ اس کے بعد اور زیادہ غور و فکر اور بحث پر مشتمل تھا۔ صریح طور پر ہمارا اعلیٰ سٹاف افسر "زندگی کے تجربہ" کے الفاظ سے کچھ اور مطلب لیتا تھا۔ میرا یہ گمان غلط نہ تھا۔ کیونکہ جب تک کہ ہمارے روزانہ پروگرام میں ایک بہت بڑے پیمانہ پر تبدیلی نہ کی جاتی ہمارے لئے ناممکن تھا کہ ہم اپنی زندگی کے تجربے میں اور زیادہ اضافہ کر سکیں، پس مَیں نے کھڑے ہو کر کہا "ہم میں سے اکثر کو صرف ایک یا دو دفعہ موقع ملا ہے کہ کیمپ سے باہر جا کر لوگوں سے ملیں اور حالات کی چھان بین کریں۔ اس صورت میں ہمیں اور تفویضات کب مہیّا کی جائیں گی کہ ہم زندگی کا زیادہ تجربہ حاصل کر سکیں"

"جب انجمن کو معلوم ہو جائے گا کہ تم زیادہ تجربہ حاصل کرنے کے لئے

تیار ہو گئے ہو؟"

"تو یہ کب تک ہو جائے گا؟"

"جب انقلاب کی عظمت اور اس میں تمہارے فرائض کی اہمیت تم پر عیاں ہو جائے گی۔"

"اور میرا کام یہ ہے کہ ......"

"انقلاب کی معاونت کرو۔ اور سپاہیوں میں ضبط اور اعتمادِ نفس پیدا کرو۔"

میں جلد بیٹھ گیا۔ اطاعت شعاری سب سے بہترین پالیسی تھی۔ اور ہمارے لئے دُنیا میں سب سے بڑی لعنت نکتہ چینی تھی اور ہم سب اس سے اس طرح بچنے کی کوشش کرتے تھے جس طرح طاعون سے۔

زندگی کے تجربوں کے فقدان اور چینگ چو میں ہماری بڑھتی ہوئی بے چینی نے صریحی طور پر اعلیٰ طبقات کو پریشان سا کر دیا۔ چنانچہ کہ لی کنگ Keh-Li-Kung کے خلاف اجلاس کے تھوڑے عرصہ بعد ہمارے تجربہ میں اضافہ کرنے کے لئے مرتب کر لئے گئے۔

پہلا پروگرام روزنامہ چینگ یوان کے اخباری دفتر کا معائنہ تھا۔